ایک مکمل، باقاعدہ اور منفرد سہ ماہی مجلہ کی حیثیت سے یہ الغزالی فورم کے ترجمان "افکار قاسمی" کا شمارہ اکتوبر تا دسمبر 2023 قارئین کرام آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ ہم اس مقام تک پہنچنے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں اور اپنے قارئین اور محبان کے بھی بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمارے لیے یہ مرحلہ آسان کرنے میں مدد کی۔ ہم آپ کی تحاریر کے منتظر رہتے ہیں۔ آپ ہمیں

- منتخب مضامین اور شعراء کا منتخب کلام بھیج سکتے ہیں۔
- حمد ونعت اور فکاہیہ مضامین جو اخلاقی حدود میں رہ کر لکھے گئے ہوں/منتخب کیے گئے ہوں، بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہ ہوں گے۔
- الغزالی یا کسی بھی فورم سے کاپی شدہ مضامین شائع نہ ہوں گے
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- مضامین qasmimag@gmail.com پر ای میل کر سکتے ہیں۔

مدیر مجلہ افکار قاسمی محمد داؤد الرحمن علی

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ماہنامہ افکار قاسمی شمارہ اکتوبر تا دسمبر 2023

افکارِ قاسمی اراکین

بدعا

حضرت مولانا خادم حسین صاحب حفظہ اللہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا احمد قاسمی صاحب حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب حفظہ اللہ

مدیر

مولانا محمد داؤد الرحمن علی صاحب

مدیر معاون

ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب

شعبہ خواتین

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

فہرست مضامین

مضامین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
حضرات صحابیاتؓ کی نمائندہ اسماء بنت یزید بن سکن حیات و واقعات	عصمت اللہ نظامانی	27
حفاظت قرآن اور ہماری ذمہ داری	محمد داؤد الرحمن علی	35
فریضہ دعوت و تبلیغ اور اسے چھوڑنے کا انجام	محمد انیس	41
اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ	مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی	44
ختم نبوت ﷺ ایمان کی نشانی ہے (منظوم کلام)	از قلم مدیر	53
زمانے نے ایسے لوگ بھی دیکھے	منتخب تحریر	55
معلم انسانیت ﷺ	طاہرہ فاطمہ	57

اداریہ

(از قلم مدیر)

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

الحمدللہ ثم الحمدللہ ''مجلہ افکار قاسمی''کواس شمارہ کے ساتھ گیارہ سال مکمل ہوگئے۔یعنی''مجلہ افکار قاسمی''آج پورے گیارہ برس کا ہوگیا۔اس پر مسرت موقع پر ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ پاک کی رحمت و نصرت ہمیشہ شامل حال رہی،اور رب تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ یہ ممکن نہ تھا۔

آج بھی وہ دن یاد ہے کہ جب ''مجلہ افکار قاسمی''کو شروع کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہو۔آج ''مجلہ افکار قاسمی'' جس مقام پر موجود ہے اس میں جہاں انتظامیہ کی شب و روز کی محنت ہے وہیں ''قارئین مجلہ افکار قاسمی''کی محبت واخوت بھی ہے۔ جہاں قلم نگاروں کے قلم کی روانی ہے اور وہاں قارئین کرام کی حوصلہ افزائی بھی ہے۔جہاں قارئین کرام کی دید ہے وہاں قلم نگاروں کی قلم کے جواہرات ہیں۔الحمدللہ ثم الحمدللہ ''مجلہ افکار قاسمی''میں ایک سے بڑھ کر ایک قلم نگار موجود ہیں،اگر ان قلم نگاروں کی چاشنی نہ ہوتی تو افکار مقبول عام وخاص نہ ہوتا۔

اس پر مسرت موقع پر آپ تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص مولانا محمد احمد قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مشکور و ممنون ہوں جنھوں نے ہمیشہ سرپرستی فرمائی۔ مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکر گزار ہوں جنھوں نے ہمیشہ

رہنمائی فرمائی۔اپنے والد گرامی حضرت اقدس شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے ہمیشہ افکار کا مطالعہ کرکے اس کو بہتر بنانے کی کوشش میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔اور اتنے نام ہیں اگر میں لکھوں تو یہ اداریہ نہیں مکمل مجلہ بن سکتا ہے۔

میں ہر ایک اس شخص کا مشکور ہوں جس نے اپنا ایک قیمتی لمحہ بھی افکار کو دیا ہے وہ ہمارے سروں کے تاج ہیں۔

شکریہ آپ سب محبین کا کہ آپ سے حوصلہ ملتا ہے۔

شکریہ آپ سب ناقدین کا کہ آپ سے سیکھنے کو ملتا ہے۔

شکریہ آپ سب قارئین کا جن کے مشوروں سے افکار نکھرتا ہے۔

شکریہ آپ سب قلم نگاروں کا جن کی بدولت افکار آپ تک پہنچتا ہے۔

شکریہ انتظامیہ کا کہ آپ کی محنت سے افکار بکھرتا ہے۔

شکریہ ہر اس شخص کا جس کی بدولت افکار چمکتا ہے۔

دعا گو ہوں اللہ پاک ''مجلہ افکار قاسمی'' کو دن دگنی رات چگنی ترقی نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

والسلام!

خادم افکار قاسمی

محمد داؤد الرحمن علی

درس قرآن

(حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم)

جواہرات سورۃ الفاتحہ حصہ دوم

۱۲۔قل ہٰذہٖ سبیلی ادعوا اِلی اللّٰہِ۔(یوسف:۱۰۸)

انبیاءاور مومنین صراطِ مستقیم کے داعی ہیں۔

۱۳۔اِنَّ الذین لا یومنون باٰلاٰخرۃِ عن الصّراطِ لناکبون۔(مومنون:۷۴)

مشرک اور بدعتی لوگ صراطِ مستقیم سے بھاگتے اور بدکتے ہیں۔

۱۴۔الحمد لِلّٰہ ... تا ... مالک یوم الدین

ردمشرکین،رب رحمن رحیم مالک اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں اور وہ غیر اللہ میں مانتے ہیں۔

۱۵۔اہدنا الصّراط المستقیم

بدعتیوں کا رَد ہے،اتباع صراطِ مستقیم کا حکم ہے اور وہ اتباع نفس کرتے ہیں۔

۱۶۔ربّ العٰلمین

دہریوں کارَد ہے،عالم کامربی ورحیم اللہ ہے وہ دہر کومانتے ہیں۔

۱۷۔مالک یوم الدین

اللہ دوبارہ زندہ کرکے فیصلہ کریں گے اور دہریے اعادۂ حیات کے منکر ہیں۔

۱۸۔ربّ العالمین

مجوسیوں کارَد ہے،وہ کہتے ہیں حیوان کورب نہیں پالتا،حالانکہ وہ رب العالمین ہے۔

۱۹۔الحمد لِلّٰہ ...

اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے۔

ان لوگوں کارَد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کو جزئیات کاعلم نہیں حالانکہ وہ خالق کلیات وجزئیات ہے۔

۲۰۔انعمتَ علیهم

روافض کارَد ہے کیونکہ وہ اصحاب رسول کے مخالف ہیں حالانکہ وہ حضرات اتباعِ رسول کرکے منعم علیہم ہیں۔

۲۲۔واِیّاک نستعین

قدریہ کارَد ہے،وہ کہتے ہیں بندہ اپنے افعال کاخود خالق ہے حالانکہ ہر بندہ محتاجِ استعانت ہے۔(جاری ہے)

عقدالجواہرات من خلاصته السوروالآیات

محمد رسول اللہ

درس حدیث

(حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم)

اخلاق النبی ﷺ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان:

فرماتے ہیں ہم غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے راستے میں دیہاتی آگئے اور آپ ﷺ کو چمٹ گئے اور مانگنے لگے، آپ ﷺ انہیں دیتے گئے ان کے دباؤ اور بھیڑ کی وجہ سے آپؐ خاردار جھاڑیوں میں پھنس گئے اور آپ ﷺ کی چادر مبارک انہوں نے اُچک لی، آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا میری چادر دے دو اور یقین رکھو اگر میرے پاس اس وادی کی جھاڑیوں جتنے بھی اونٹ ہوتے تو بھی میں تمہارے درمیان تقسیم کردیتا تم مجھے بخیل جھوٹا اور بزدل نہ پاتے۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا

"پھر تم نہ پاتے مجھے بخیل نہ جھوٹا نہ بزدل"۔(رواہ البخاری، مشکوۃ ۵۱۹)

حضرت انس کا بیان:

حضرت انس کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینے کے خدام اپنے اپنے برتنوں میں پانی لئے کھڑے ہوتے تاکہ آپؐ اس میں برکت کے لئے ہاتھ ڈالیں، تو آپؐ سب کے برتنوں میں ہاتھ ڈالتے۔ بعض دفعہ سردیوں کے موسم میں پانی سخت ٹھنڈا ہوتا آپؐ پھر بھی ان کی خوشی کے لئے تکلیف برداشت کر کے ہاتھ ڈالتے تھے۔(رواہ مسلم)

مدینہ منورہ میں کوئی باندی بھی بالفرض آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر لے جانا چاہتی تو آپؐ اس کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ فرماتے ہیں "مدینہ میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں کچھ کمی تھی یعنی جھلّی تھی وہ کہتی یارسول اللہ! میرا ایک کام ہے، آپؐ فرماتے آپ کا کیا کام ہے، جہاں بھی آپ کا کام ہے میں حاضر ہوں بعض دفعہ وہ لے جاتی تو آپؐ اس کا کام کر دیتے"۔(رواہ مسلم)

تو ہی خالق تو ہی مالک گدا تیرے ہی سارے ہیں

(میاں جمیل احمد)

تو ہی خالق تو ہی مالک گدا تیرے ہی سارے ہیں
تیری حمد و ثناء کرتے یہ سورج چاند تارے ہیں

تو ہی فریاد سنتا ہے ہر اک مظلوم و بے کس کی
تیرا در چھوڑتے ہیں وہ جہالت کے جو مارے ہیں

زمین و آسمان کے ہیں خزانے تیرے قبضے میں
یہ ایسا بحر ہے جس کے نہیں کوہی کنارے ہیں

تیرے زیرِ تسلط ہے یہ دنیا اور مافیہا
تیرے اک حرف کن نے تو کہی بگڑے سنوارے ہیں

خداوند ہمیں ہیں آسرا تیری کریمی کا
گناہوں سے بہت لتھڑے ہوئے دامن ہمارے ہیں

جمیل اپنی صفات و ذات میں وہ ذات یکتا
اسی توحید کے قرآن و سنت میں اشارے ہیں
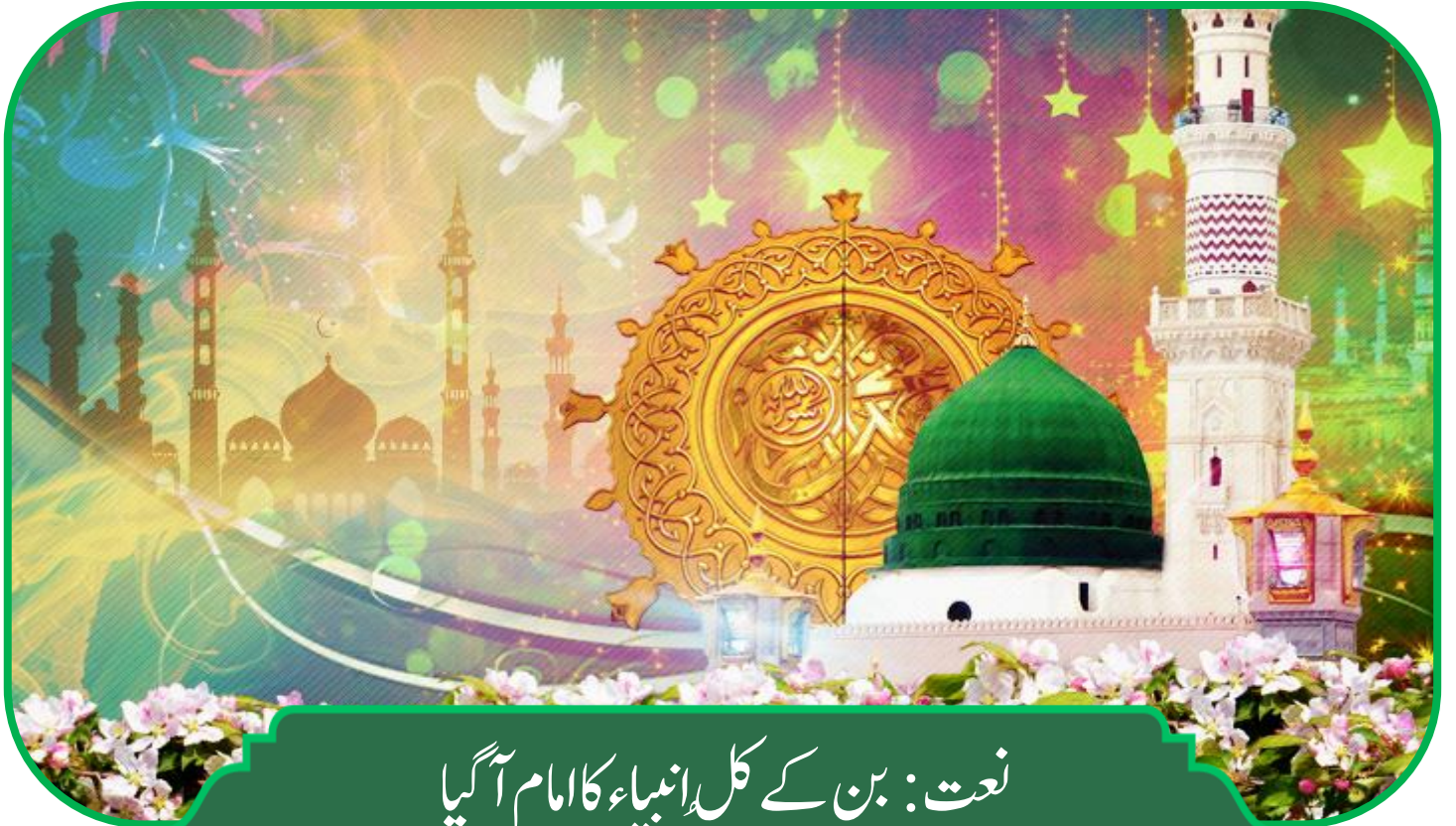
نعت : بن کے کلِ انبیاء کا امام آگیا

(حافظ زین العابدین زینی)

بن کے کلِ انبیاء کا امام آ گیا
بزم ہستی میں خیر الانام آ گیا

درد دُکھیوں کے سب دور ہونے لگے
پھول کلیوں پہ بھی ابتسام آگیا

تھا بہت منتظر جن کا سارا جہاں
آخری لے کے رب کا پیام آگیا

دور رنج و الم ہو گئے با خدا
میرے ہونٹوں پہ جب ان کا نام آ گیا

کاش روزے پہ جا کر یہ زینی کہے
تیرے در پہ یہ تیرا غلام آ گیا

نعت تاریخ ہئیت، اسالیب اور آداب (قسط پنجم)

(سمیع اللہ حضروی)

نعت کی ابتدا عربی زبان میں قصیدہ کی شکل میں ہوئی۔اہل فارس بھی اسی زبان کی اقتدا میں نعت قصیدے ہی میں کہنے لگے۔ پھر مثنوی اور رباعی میں بھی کہی جانے لگی۔ اردو زبان میں اس کے لیے مختلف اصناف سخن مثلاً (قصیدہ اور رباعی کے علاوہ) مثنوی، مسدس، خمسہ، مثلث، مربع، قطعہ، غزل (غزلیہ نعت)، رباعی کے علاوہ دوہا (ہندی)، دوہڑا (پنجابی)، ماہیا (پنجابی)، کافی (پنجابی و سرائیکی وغیرہ)، وائی (سندھی) اور گیت (اردو، پنجابی، سرائیکی) وغیرہ، مستعمل ہیں۔

نعت کے لیے نظم کے علاوہ نثری ادب کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کئی نثر نگاروں نے نثر میں بھی آپ ﷺ سے متعلق محبت بھرے ایسے ایسے نعتیہ مضامین لکھے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر قاری حب نبوی ﷺ سے سرشار ہو جاتا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ پر لکھی گئی کتب میں یہ جلوہ ہائے محبت دیکھے جا سکتے ہیں۔ان کتب میں النبی الخاتم (مولانا منظور احمد نعمانی)، با محمد باہوشیار (مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی)، رحمتِ عالم (سید سلیمان ندوی)، خطبات مدارس (سید سلیمان ندوی)، شان الحبیب من آیت القرآن (مولانا نعیم الدین مراد آبادی)، خطبات سیرت (مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی) وغیرہ شامل ہیں۔

نعت کے اسالیب:

نعت گو شعراء کے مزاج، تخلیقی محرکات، مقاصد، عصری ضروریات واثرات کے ضمن میں نظر آنے والے جو اسالیب اور انداز سامنے آتے ہیں،ان کی مختصراً آگاہی ضروری ہے۔

1)نعت کا توصیفی انداز

اس انداز کے زیر اثر لکھی گئی نعتوں میں مدح اور توصیف کا رنگ بہت نمایاں ہوتا ہے۔اس باب میں کہی گئی نعت سیرت نبوی ﷺ ظاہری و باطنی جمال نبوی،آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، صداقت، سخاوت، علم و حلم، حیا،احسان اور معجزات وغیرہ جیسے مضامین پائے جاتے ہیں۔

2:عشقیہ انداز میں کہی گئی نعت

اس نعت میں شاعر نبی کریم ﷺ سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتا ہے۔شاعر ستائش و ثنائے نبوی سے زیادہ آپ سے وابستہ جذبات اور احساسات کا اظہار کرتا ہے۔یہ انداز نعت کیف و سرور اور جذب و شوق سے مملو ہوتا ہے۔اس نعت میں شاعر ایسے مضامین بھی نظم کرتا جن میں آپ ﷺ سے دوری پر افسوس اور روضہ رسول پر حاضری کی دعائیں مانگتا ہے۔

3:مقصدیت

شعراء نعت نے نعت کو اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل سے متعلق کسی نہ کسی مقصد کے تحت استعمال کیا ہے۔دربار نبوی ﷺ سے وابستہ صحابہؓ شعراء نے دشمنانِ نبوی ﷺ کو دندان شکن جواب دینے اور تبلیغ اسلام کے لیے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔میدان جنگ میں بھی صحابہ کرام نے ان اشعار سے بہت کام لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ نعت عہد نبوی سے لے کر آج تک کسی نہ کسی ذاتی، معاشرتی، ملی اور آفاقی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے۔

4:آفاقی مقاصد

شعراء نعت اس صنف کو آفاقی مقاصد کے لیے کرتے آئے ہیں۔اس ضمن میں ذاتی اصلاح کے علاوہ اشاعت اسلام کی عالم گیر کوششوں تک کے مقاصد پیش کیے گئے ہیں۔یہ اندازِ نعت علامہ محمد اقبال کے کلام میں نظر آتا ہے۔

ایسی نعت کا مقصد مدحت نبوی ﷺ کی روشنی میں فرد اور معاشرے کی اصلاح کرنا ہے۔

5: تاریخی انداز نعت

تاریخی انداز میں نعت گوئی کے رجحان نے موضوع نعت کو وسعت بخشی ہے۔اس انداز میں آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ منظم اور مربوط شکل میں نظم کرنے کا رجحان آگے بڑھا۔ حفیظ جالندھری کا "شاہ نامہ اسلام"، محشر رسول نگری کی "فخر کونین "اور عبدالعزیز خالد کی "فارقلیط "اور "منحمنا "اسی انداز نعت کی غمازی کرتی ہیں۔

6: نعت میں استمداد اور استغاثہ کا انداز

نعت کا یہ انداز اہم اور مشہور ہے۔اس انداز میں شاعر حضور اکرم ﷺ کے حضور اپنے حالات، مسائل، مشکلات، مصائب اور آلام کا اظہار پیش کرتے ہوئے حاجت روائی کی درخواست کرتا ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ کا قصیدہ بردہ شریف اسی انداز کا غماز ہے۔ جب امام بوصیری رحمہ اللہ فالج کے مرض میں مبتلا ہوئے تو شفاء کے لیے آپ رحمہ اللہ نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا۔ جس پر آپ رحمہ اللہ کو شفاء کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف سے ایک چادر (بردہ) بھی عطا ہوئی۔اسی وجہ سے یہ قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہوا۔(ماہ نامہ الرشید، لاہور: نعت نمبر جلد 2)

نعت گوئی کے آداب:

نعت گوئی، بلاشبہ مشکل فن ہے۔اس کی ادائی ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ننگے پاؤں کسی تیز دھار چیز (تلوار وغیرہ) پر اس احتیاط سے چلے کہ اس کے پاؤں زخمی بھی نہ ہوں اور ادھر ادھر گرے بغیر سلامتی سے گزر بھی جائے۔ نعت میں، چوں کہ حضور سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کی مدحت بیان کی جاتی ہے اس لیے یہ عین فرض ہے کہ مقام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد خیال رکھا جائے۔اس میں ایسے مضامین نہ باندھے جائیں جو سے آپ کی شان کے مطابق نہ ہوں۔ عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا جائے۔ تراکیب، تشبیہات، استعارات، محاورات، امثلہ، طرز بیان وغیرہ عمدہ اور عام فہم ہوں۔

قرآن مقدس سیرت نبوی اور خصائص النبوی سے بھرا ہوا ہے۔ڈاکٹر عزیز احسن لکھتے ہیں:

"قرآن پاک میں اللہ تعالی نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عظمت و شان خوب خوب بیان فرمائی ہے۔ گویا کہ پورا قرآن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل فرمادیا۔ہمہ قرآن در شان محمد "۔(نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے از ڈاکٹر عزیز احسن ص 46)

قرآن مجید میں حضور پر نور ﷺ کی تعریف و توصیف کی ان گنت مثالیں موجود ہیں اگر ان سے مستفید ہوں تو یہ احسن رہے گا۔

قرآن مجید میں احترام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ جیسے کہ ایک مقام پر اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا گیا ہے کہ

"اپنی آوازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو"۔

اللہ تعالی نے، قران مقدس میں، جہاں آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اسمائے مبارکہ (محمد و احمد) کے بجائے رسول اور نبی یا صفاتی اسماء مثلا رؤف، رحیم، یٰس، طٰہ، مزمل اور مدثر سے مخاطب فرمایا گیا ہے۔ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق، جہاں لوگوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے تو وہاں آپ کا اسم مبارک لیا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالی نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"محمد تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں لیکن (وہ) اللہ کے رسول ہیں"۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد لیا گیا جہاں حضرت عیسی علیہ السلام نے آپ والا کی آمد کی خوش خبری دی تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"میرے بعد ایک رسول آئے گا، جس کا نام احمد ہو گا"۔

نعت لکھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو صرف اللہ تعالی کے شایان شان ہو۔ خالق اور مخلوق میں حد فاصل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ الفاظ کا چناو ایسا ہونا چاہیے جن سے آداب النبي ﷺ اور حب النبی ﷺ کے عناصر عیاں ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام کا خاص خیال رکھا جائے کیوں کہ ان میں ذرہ بھر کمی بیشی، دائرۂ اسلام سے اخراج کا سبب بن سکتی ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور، جو بات عرض کی جائے اس میں عجز و انکسار کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ حضور نبی کریم نے اس بات سے خود منع فرمایا ہے:

مجھے (اپ ﷺ کو) دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فوقیت نہ دی جائے۔ لہذا نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام سے تقابل نہ کرے۔

نعت میں اگر سیرت سے متعلق کسی واقعے کا ذکر کرنا مقصود ہو تو اس واقعے سے متعلق اچھی طرح تحقیق کر لینا ضروری ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی من گھڑت واقعہ منسوب نہ ہو اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرے۔ اس باب میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی بات مجھ سے منسوب کرے جسے میں نے نہ کہا ہو؛ اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔"

نعت چوں کہ آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کا ذریعہ ہے اس لیے کوشش یہ کی جائے کہ اس میں واقعہ کربلا یا کسی صحابی کا ذکر نہ ہو۔ کیوں کہ واقعہ کربلا کے لیے مرثیہ اور مدح صحابہ کرام کے اظہار کے لیے منقبت منتخب کی گئی ہے۔ البتہ اگر کسی صحابی کا واقعہ جس میں آپ کی تعریف ہو، بیان کیا جا سکتا ہے۔

نعت کہتے ہوئے غلو سے پہلو تہی لازمی ہے۔ حدیث مبارکہ میں کلام میں مبالغہ کرنے والوں کی ہلاکت کا پیغام دیا گیا ہے۔ (نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے از ڈاکٹر عزیز احسن ص 45)۔

نعت میں ایسے اشعار نہ لائے جائیں جن کے مضامین سے کسی نہ کسی خامی کا شائبہ جھلکتا ہو۔ عام طور پر نعتیں، فلمی گانوں کی طرز پر پڑھی جاتی ہیں، اس سے اجتناب کیا جائے۔ نعت میں اگر کسی آیت مبارکہ کا ذکر کرنا مقصود ہو، جس میں آپ ﷺ کے کسی وصف کا بیان کیا گیا ہو تو اس آیت کا ترجمہ خود نہ کرے بلکہ کسی مستند ترجمہ قرآن کی طرف رجوع کرے۔

نعت کے لیے آسان اور رواں بحور منتخب کی جائیں۔ تاکہ پڑھنے والے کو پڑھتے وقت کسی قسم کی کوئی مشکل یا تنگی پیش نہ آئے۔ مشکل بحور سے اجتناب کیا جائے۔ نعت، مضامین اور ادائی کے لحاظ سے معیاری ہو۔ عامیانہ قسم کے مضامین سے مکمل اجتناب برتنا چاہیے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

"اردو فارسی کے بیش تر شعراء نے عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ، واقعہ معراج اور معجزات ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ لیکن نعت کے موضوع کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے۔ اس میں شمائل و فضائل کے ساتھ ساتھ معمولاتِ نبوی ﷺ، غزوات النبی ﷺ، عبادات نبوی ﷺ، آداب مجالس نبوی ﷺ، اخلاق نبوی ﷺ اور پیغامات نبوی ﷺ کے بے شمار پہلو شامل ہیں"۔ (اردو کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتح پوری 22)

اس اقتباس سے نعتیہ مضامین کی وسعت کا پتہ چلتا ہے، جنھیں نعتیہ شاعری میں لایا جانا از حد ضروری ہے۔

نعت گوئی کے لیے ضروری ہے کہ نعت گو، اساتذہ شعراء کا نعتیہ کلام اپنے مطالعے میں رکھے تاکہ اسالیب نعت سے کماحقہ واقف ہو۔

مصادر:

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

1) القاموس الوحید (عربی اردو لغت) از: مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی
2) اردو نعتیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتح پوری
3) قصص الانبیاء (البدایہ والنہایہ) از علامہ امام ابن کثیر
4) مذاہب عالم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر از ڈاکٹر ذاکر نائیک
5) انجیل مقدس (اردو ترجمہ) از پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور
6) برناباس کی انجیل از آسی ضیائی (اردو ترجمہ)
7) محمد یم کون ہے؟ از مولانا بشیر احمد حسینی
8) ذکر محمد ﷺ، آسمانی صحیفوں میں از محمد یحی خان
9) رحمت اللعالمین از مولانا محمد سلمان منصور پوری
10) سیرت ابن ہشام (اردو ترجمہ) از مولانا غلام رسول مہر
11) صحابہ کرام کے نعتیہ کلام کے محاسن و خصوصیات اور ان میں موجود نقوش سیرت از ڈاکٹر حافظ نثار صدیقی
12) صحابہ کرام کا نعتیہ کلام از ڈاکٹر حافظ نثار صدیقی
13) عربی نعت کا ارتقاء از حکیم یحی خان
14) النبی الخاتم ﷺ از مولانا مناظر حسن گیلانی
15) مخزن نعت از اقبال احمد
16) نعت نمبر "ماہ نامہ الرشید، لاہور" (جلد اول-دوم) از عبد الرشید ارشد
17) نعتیہ شاعری کے تقاضے از ڈاکٹر عزیز احسن
18) نقوش رسول ﷺ

حرمین شریفین کا تحفظ

(مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب)

حجاز مقدس ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہے اس لئے اہل حجاز کو حالات اور کیفیات سے روشناس کرانا اور اپنا درد دل اور فکر و نظر ان کے سامنے رکھنا بھی ایک ذمہ داری ہے۔

تالاب کی ساری مچھلیاں خراب نہیں ہوتیں۔۔۔پوری فصل خراب نہیں ہوتی۔۔۔اسی طرح ملک کے سارے لوگ خراب نہیں ہوتے۔۔۔بس کچھ لوگ اور کچھ نظریے ہر ماحول اور معاشرہ میں ضرور ہوتے ہیں جو اپنے کردار و عمل کی گندگی سے دوسروں کی بدنامی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، لہٰذا نہ تو تالاب کی ساری مچھلیاں ضائع کی جاسکتی ہیں۔۔۔نہ ہی پوری کی پوری فصل پھینکی جاسکتی ہے اور نہ ہی تمام اہلیان ملک کو سب و شتم کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

بہت سے لوگ جذبات میں ہی سہی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور نوبت گالیوں تک پہنچ جاتی ہے جو ظاہر ہے کسی بھی ماحول اور سنجیدہ معاشرہ کے لئے شرمناک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احبوا العرب لثلاث: لانی عربی والقرآن عربی وکلام اہل الجنة عربی (شعب الایمان)

تین باتوں کی وجہ سے تم عربوں سے محبت کرو (۱) میں عرب سے ہوں (۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے (۳) جنتیوں کی زبان عربی ہے۔

نیتوں کا راز اور بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ہر بات کہنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے، دوا اگر کڑوی ہو تو اس میں شیرینی کی ملاوٹ کردی جاتی ہے، بات جو سچ ہوتی ہے وہ یقیناً کڑوی ہوتی ہے لیکن وہی سچی بات اگر سنجیدگی اور اخلاقی دائرہ میں کہی جائے تو اثر انداز بھی ہوتی ہے۔

بہت سے لوگ صرف نقد اور تنقید ہی کرنا جانتے ہیں، ان کے ناقدانہ چشمے کی یہ ''خوبی'' ہوتی ہے کہ انہیں اچھائیاں نظر نہیں آتی ہیں صرف برائیوں سے سروکار ہوتا ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہے۔

اسلام ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ حسنِ اخلاق، حسنِ سیرت اور حسن کردار کا خوگر بن کر دوسروں کو راہ راست بتائی اور سجھائی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ قبول نہ کی جائے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر کرتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک ارشاد فرمادیا ہے:

لاتسبوا العرب فانی انا العرب

عربوں کو گالی مت دو انھیں برا مت کہو، ان کو سب وشتم کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مشہور شعر ہے:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

ہمارے اسلاف اور اکابر کو ارض مقدس کی ایک ایک چیز سے پیار رہا ہے، حتیٰ کہ وہاں کی گٹھلیاں، کنک پتھر، پیڑ پودے، جانور اور پرندے، گرد و غبار سب چیزیں مکرم و محترم رہی ہیں وہ وہاں کی خاک پاک کو سرمہ کی جگہ استعمال کرگئے...انہوں نے وہاں کی گٹھلیاں بھی ضائع نہیں ہونے دیں اور ان کا بُرادہ بنوا کر استعمال کیا، ہر مسلمان کو الحمد للہ عرب کی ایک ایک انچ سے محبت اور عقیدت ہے اور ہونی چاہئے۔

ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ رب العزت نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ان میں بنو آدم کو منتخب فرمایا، بنو آدم میں سے عربوں کو منتخب فرمایا، پھر عربوں میں سے قریش کو پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا لہٰذا مجھے بہترین لوگوں میں سے منتخب کیا گیا ہے۔

اس حدیث شریف کے آخری جملے بطور خاص یہ ہیں:

فمن احب العرب فبحبی احبھم و من ابغض العرب فبببغضی ابغضھم

"جس نے عربوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کو مخاطب بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاسلمان لاتبغضنی فتفارق دینک، قال قلت یارسول اللّٰہ ،کیف ابغضک وبک ہدانی اللّٰہ ؟قال،لاتبغض العرب فتبغضنی۔

حضرت سلمان فارسیؓ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے سلمان ! مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! میں کیسے آپ سے بغض رکھ سکتا ہوں حالانکہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر تم عربوں سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھو گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مخاطب بنانے میں ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر یہ مصلحت ہو کہ مستقبل میں سرزمین فارس سے ہی کچھ فتنے اور فتنہ پرداز ایسے اٹھیں گے جو نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھیں گے۔۔۔ارض مقدس سے نفرت ہو گی۔۔۔ عربوں سے مزاحم اور متصادم ہوں گے۔۔۔ خود کو مسلمان جتلائیں اور بتلائیں گے اور خلاف اسلام کام کریں گے۔۔۔مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جن کا ہدف اور نشانہ ہو گا۔۔۔خدام حرمین سے دشمنی میں پیش پیش ہوں گے۔۔۔اسلام کو اسلام کی

تلوار سے کاٹنے اور خلیج کو مزید گہرا کرنے میں آگے آگے رہیں گے۔۔۔نبی کے دشمن اللہ کے بھی دشمن ہوں گے اور جو اللہ ورسول اللہ کا دشمن ہو اِن شاءاللہ خواری وذلت اس کا مقدر بنے گی۔

بہت سے لوگ عربوں سے کاروبار کرتے ہیں اور ایشیائی ملکوں میں عربوں کی خریداری کا تناسب کافی بڑھا ہوا ہے، ایکسپورٹ امپورٹ کسی بھی کاروبار کی بنیاد ہوتی ہے، تجارت میں دھوکہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے، فریب کی اسلام میں اجازت نہیں ہے، اب سنیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مؤدتی

جس نے عربوں کو دھوکہ اور فریب دیاوہ میری شفاعت کا مستحق نہ ہوگا اور میری محبت اور کرم سے بھی محروم رہے گا۔

مذکورہ احادیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عرب سے صرف موجودہ سعودی عرب مراد ہے ایسا نہیں ہے، شام، فلسطین، یمن، اردن، کویت، عراق وغیرہ بھی عرب کا حصہ ہیں، شام اور یمن وغیرہ کی فضیلت میں مستقل کتابیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں موجود ہیں۔

اختلاف رائے کا ہونا نہ تو عجیب ہے نہ ہی جرم تاہم اپنی رائے کو حق اور درست سمجھ کر باقی تمام آراء کو مسترد کر دینا "جرم" ہے۔ عرب آج بھی ہر سنجیدہ بات اور مشورہ کو دل وجان سے مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بے شمار شواہد اور نظائر موجود ہیں۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جو بات حق اور سچ سمجھ رہے ہیں اس کو بذریعہ مکاتبت ومراسلت شاہان عرب تک پہنچائیں۔۔۔براہ راست پہنچانا ممکن نا ہو تو اپنے ملک کے سفارت خانہ سے رابطہ کریں۔۔۔انھیں یقین دلائیں کہ ہمارا رشتہ دوچار صدی قدیم نہیں چودہ سو سالوں سے قائم ہے۔۔ہم کل کی طرح آج بھی اور آج کی طرح کل بھی آپ کی ہر آواز پر لبیک کہنے کیلئے تیار ہیں۔۔۔

ہم حرمین شریفین کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو ختم کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔۔۔ہم اسلام دشمنوں کی کسی بھی تحریک کی آنچ بھی وہاں تک نہیں پہنچنے دیں گے۔۔۔کعبہ کا تحفظ، مسجد حرام کی حرمت، مسجد نبوی کا تشخص، روضۂ مقدسہ کی آبرو، مدینہ منورہ کا وقاران سب چیزوں کی حفاظت ہی کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کرۂ ارضی پر پھیلا دیا ہے تاکہ جو جہاں ہے وہیں سے جس طرح بھی ممکن ہو حفاظتی تدابیر اختیار کرے۔

یوں تو پوری دنیا میں مسلمان سب سے زیادہ مشق ستم بنے ہوئے ہیں لیکن پورا عرب اسلام دشمنوں کے نشانہ پر ہے، یہودی اور امریکی سازشیں کسی کل اور کروٹ سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہیں دینا چاہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نقشہ اٹھائیں اور دیکھیں تو اسرائیل کے قرب وجوار کے ملکوں فلسطین، اردن، عراق، شام، مصر، ترکی، قبرص اور سوڈان، صومال، یمن وغیرہ جتنے بھی عرب ممالک ہیں وہ سب کسی نہ کسی آزمائش سے دوچار ہیں کہیں اقتدار کی تبدیلی۔۔۔ تو کہیں جمہوریت کی دستک۔۔۔ کہیں تیل کی لڑائی تو کہیں ظالمانہ ماحول۔۔۔ کہیں خود ملک کے سربراہ کے ذریعہ چیرہ دستی اور کہیں دوسرے ملکوں کے اشتراک سے بمباری۔۔۔ کہیں کچھ مسلم ممالک کے امریکہ میں داخلہ پر پابندی تو کہیں عرب ممالک سے متصل اسلام دشمن ممالک سے دوستانہ ماحول یہ سب حالات امریکہ محض اس لئے پیدا کر رہا ہے تاکہ دشمنوں میں انتشار کی فضا برقرار رکھ کر اسرائیل کو سکون سے رکھ سکے اور وہ اپنی اس حکمت عملی میں فی الحال کامیاب ہے۔

امریکہ نے سعودی عرب کے تمام پڑوسی ملکوں سے دوستانہ تعلقات اِس قدر مضبوط کرلئے ہیں اور اُن کے اعصاب پر اتنی قوت کے ساتھ اثر انداز ہو چکا ہے کہ عربوں کی کسی بھی طرح کی اسرائیل سے مزاحمت پر امریکہ تھوڑی ہی دیر میں ارض مقدس کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر سکتا ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ امریکی فوجی سعودی عرب سمیت قرب وجوار کے تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔

حالات بڑے دھماکہ خیز ہیں شاہ سلمان کی بصیرت اور حکمت عملی کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے کیونکہ دشمن کمین گاہوں میں بیٹھا تاک اور گھات میں صرف موقع کے انتظار میں ہے۔۔۔ حرمین شریفین کی حفاظت ہر مؤمن کا فرض ہے اور ہمیں اپنے قبلہ وکعبہ کی حفاظت کے لئے بہر صورت تیار رہنا چاہئے۔۔۔ ارض مقدس کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں کیونکہ یہ ایمان کا تقاضا۔۔۔ حالات کا تقاضا۔۔۔ اور۔۔۔ وقت کا تقاضا ہے۔

بہر حال پورا عرب ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور ہے، اس کے ایک ایک چپہ سے ہماری تاریخ ور شتۂ ایمانی پیوستہ اور وابستہ ہے۔۔۔ اس کی ایک ایک بستی تاریخ اسلام کی اولوالعزم ہستیوں کے لازوال کارناموں کی شاہد ہے۔۔۔ اس ارض مقدس کو صحابۂ کرام نے اپنے خون سے شادابی بخشی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ آج بھی سواد گلشن کی حقیقت کا سراغ لگانے والوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہاں شہدائے کرام خاک وخون میں تڑپے ہیں۔۔۔ یہاں فزت ورب الکعبۃ کا نعرہ لگایا گیا ہے۔۔۔ یہ وہ سرزمین ہے جو دنیا کا سب سے وسط حصہ۔۔۔ سب سے بابرکت علاقہ اور سب سے افضل وبرتر خطہ ہے۔۔۔ لاکھوں لوگوں کے ہاتھ یومیہ اُس ارض پاک کی سلامتی کیلئے اٹھتے ہیں۔۔۔ یہاں ہزار ہا انبیائے کرام آرام فرما ہیں۔۔۔ لاکھوں صحابہ اپنی قبروں میں حیات ہیں۔۔۔ بے شمار بندگان خداوند الحاح وزاری کے ساتھ روزانہ دست بہ دعا ہوتے ہیں۔۔۔ کعبۃ اللہ، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ وغیرہ وہ یادگار ایمانی شعائر ہیں جن کو دیکھنے سے بھی ایمان میں قوت اور تازگی کا احساس ہوتا ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ حرمین شریفین کے تحفظ اور تشخص کیلئے ہی اپنی نسلوں کو تیار کرنا چاہئے۔۔۔اسی کی خاطر ہماری صبح اور اسی کی خاطر ہماری شام ہونی چاہئے۔۔۔اسی کیلئے شبانہ روز کی محنت اور رات دن کی مشقت اٹھانی چاہئے۔۔۔اس کی عظمت اور وقار کے لئے ہر اس قربانی کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہئے جس سے ہم حرمین شریفین کی حفاظت کر سکیں۔۔۔

جو کام سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک کے کرنے کا ہے وہ کر رہے ہیں۔۔۔ وہ دنیا بھر میں غریب ممالک و مملکتوں کی امداد و تعاون کیلئے جانے جاتے ہیں۔۔۔ان کی تجوریاں غریبوں کی معاونت۔۔۔مدارس کے تعاون۔۔۔مساجد کی بناء اور اصلاحی تحریکات کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔۔۔ وہ انسانی بنیادوں پر ایسے ایسے کام کر رہے ہیں جن کی معترف اسلامی سلطنتیں ہی نہیں غیر مسلم حکومتیں اور رعایا بھی ہیں۔۔۔بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ایشیائی ممالک میں پینے کے پانی کے لئے جو سرکاری سطح پر نل اور ہینڈ پمپ لگائے جاتے ہیں وہ عرب حکمرانوں کی مرہون منت ہیں۔۔۔یہ حقیقت بھی شاید لوگ نہیں جانتے کہ غریب ممالک کی مدد اور امدادی پیکیج کا سلسلہ بھی مدتوں سے جاری رکھے ہوئے ہے۔

ہم بحیثیت مسلمان نہ تو عربوں سے کوئی اختلاف کریں۔۔۔نہ ان سے بد اخلاقی سے پیش آئیں ۔۔۔نہ ان کو تنقید کا نشانہ بنائیں۔۔۔نہ ان کی شان میں گستاخی کریں۔۔۔نہ ان سے الجھنے کی کوشش کریں۔۔۔نہ ان کو نیچا دکھا کر اپنی عقبیٰ برباد کریں۔۔۔نہ عربوں کے دشمنوں کا آلۂ کار بنیں۔۔۔اور۔۔۔عربوں سے دشمنی رکھنے والوں کو بھی اپنا دشمن تصور کریں کیونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ :

"اے عربو! اسلامی دنیا تمہارا احترام کرتی ہے اس کی قدر کرو، اسلامی غیرت اور انسانی ہمدردی کے باقی ماندہ اثاثہ کو لے کر اٹھو! دنیا تمہاری منتظر ہے کہ تم اسے اس بیسویں صدی کی جہالت سے نکالو، جس نے اسے پامال اور مشرق و مغرب کو مسموم کر دیا ہے، قیادت اور ہدایت کے اپنے دیرینہ منصب و مقام کی طرف لوٹو! آفاق کی وسعتوں میں دعوت اسلامی کا فریضہ انجام دو اور کامیابی و کامرانی ہر معرکہ میں تمہارے ہم رکاب ہو گی۔"

ایک ہوں مسلم کی حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(مدیر کے قلم سے)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سن 1280 ہجری میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام کرم عظیم ہے۔ تھانہ بھون کے شیوخ فاروقی میں سے تھے۔ قرآن مجید فرقان حمید حافظ حسین علیؒ سے حفظ کیا، فارسی اور عربی کی کتابیں وطن میں حضرت مولانا فتح محمد تھانویؒ سے پڑھیں جو دارالعلوم کے اوّلین فارغین میں سے تھے۔

1295 ہجری کے اواخر میں تکمیل علوم کی غرض سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، 1299 ہجری میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، تجوید وقراءت کی مشق مکہ مکرمہ میں قاری محمد عبداللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کی۔

ذکاوت وذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے۔ 1301 ہجری میں اولاً مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور پھر مدرسہ جامع العلوم کی مسند صدارت کو زینت بخشی، کانپور میں آپ کے درس حدیث کی شہرت سن کر دور دور سے طلباء کھنچے چلے آتے تھے۔

1315 ہجری میں ملازمت ترک کرکے خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں متوکلاً علی اللہ قیام فرمایا، جہاں تادم واپسی 47 سال تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس اور تصنیف وتالیف کی ایسی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اس دور کی کسی دوسری شخصیت میں

نہیں ملتی، علم نہایت وسیع اور گہرا تھا، جس کا ثبوت آپ کی تصانیف کا ہر صفحہ دے سکتا ہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تصانیف موجود نہ ہوں۔

وہ اپنی تصانیف کی کثرت اور افادیت کے لحاظ سے ہندوستانی مصنفین میں اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب ہیں، برّصغیر کے پڑھے لکھے مسلمان کے کم گھر ایسے ہونگے جو جہاں حضرت تھانوی رحمۃاللہ علیہ کی کوئی تصنیف موجود نہ ہو۔

ان میں "بہشتی زیور" کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر سال مختلف مقامات سے ہزاروں کی تعداد میں چھپتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ اردو زبان میں اتنی بڑی تعداد میں دوسری کوئی اور کتاب شائع نہیں ہوتی تو اس میں قطعاً مبالغہ نہ ہوگا، کئی زبانوں میں اس کی ترجمے ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تصانیف سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا، تمام کتابوں کے حقوق طبع عام تھے اور جس کا جی چاہے انہیں چھاپ سکتا تھا، آپ کا ترجمہ قرآن شریف بہت سلیس، سہل اور عالمانہ ہے، تفسیر میں بیان القرآن ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے، اسی طرح حدیث میں اعلاء السنن میں فقہ حنفی کی متدل احادیث کا جو زبردست ذخیرہ کرادیا ہے وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃاللہ علیہ کے مجاز و خلیفہ تھے، ان کی بیعت وارشاد کا سلسلہ بہت وسیع ہے برصغیر اور اس کے باہر بھی ہزاروں اشخاص نے ان سے اصلاح و تربیت حاصل کی، چنانچہ حکیم الامت کے لقب سے آپ کی زبردست شہرت تھی، انکی تصانیف و مواعظ سے لاکھوں افراد کو علمی و عملی فیض پہنچا، عوام و خواص کا جتنا بڑا طبقہ بیعت وارشاد کی راہ سے اس دور میں ان سے مستفیض ہوا اس کی مثال کم ہی ملے گی، ان کی رفعت و بلندی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے صاحب علم و فضل اور اہل کمال ان کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔

ان کی ذات والا صفات علم و حکمت اور معرفت و طریقت کا ایک ایسا سرچشمہ تھی جس سے نصف صدی تک برصغیر کے مسلمان سیراب ہوتے رہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ان کی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہوں۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃاللہ علیہ کے الفاظ میں:

"اصلاح امت کی کوشش میں علمی و عملی زندگی کے ہر گوشے پر انکی نظر تھی، بچوں سے لیکر بوڑھوں تک، عورتوں سے لیکر مردوں تک، جاہلوں سے لیکر عالموں تک، عامیوں سے لیکر صوفیوں تک، درویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لیکر امیروں تک ان کی نظر مصروف

اصلاح و تربیت رہی، پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر انکی نظر پڑی، اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا، رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر ایک روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراط مستقیم کی راہ دکھائی، تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق و عادات اور عقائد میں دینِ خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی اسکی اصلاح کی، فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیا کر دیا۔

اور خصوصیت کے ساتھ احسان و سلوک کی جس کا مشہور نام تصوّف ہے، تجدید فرمائی، ان کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی، اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے ان کے درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے، انہوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کر دی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اس کی شبیہ کے مطابق بنادیں جو دینِ حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔“

اللہ تعالٰی نے آپ کو استغناء کے ساتھ فیّاضی کے جوہر سے بھی نوازا تھا۔ ان کے قیامِ کانپور کا واقعہ راقسطور (سید محبوب رضوی) نے والدِ مرحوم سے سنا ہے جو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے، چوں کہ اس واقعے کا عام طور پر لوگوں کو علم نہیں ہے اس لیے اس کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

واقعہ یہ کہ کانپور میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو جامع العلوم سے پچیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اس میں سے وہ پانچ روپے ہر مہینے والدِ مرحوم کو دیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے طور پر اس رقم کو طلباء پر صرف کر دیں، اس رقم کے ساتھ یہ تاکید بھی تھی کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو کہ اس کا معطی کون ہے، یہ ایک رازدارانہ بات تھی، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زندگی میں والدِ مرحوم کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا، انہوں نے یہ واقعہ حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد ان کے محاسن کا ذکر کرتے ہوئے راقم سطور کو سنایا تھا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زندگی بڑی منظم تھی، کاموں کے اوقات مقرر تھے۔ اور ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا، متوسلین کے بہت سے خطوط آتے تھے مگر بقید وقت ہر ایک کا جواب خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے تھے۔

16/رجب 1362 ہجری کی شب میں نہ تھانہ بھون میں اس جہانِ فانی کو خیر باد کہا، تھانہ بھون میں حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اُنہی کے باغ میں جسے انہوں نے خانقاہِ امدادیہ کے نام سے وقف کر دیا تھا، دفن کیا گیا۔

حضرات صحابیاتؓ کی نمائندہ اسماءبنت یزید بن سکن حیات وواقعات

(عصمت اللہ نظامانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی طرح حضرات صحابیاتؓ کی جماعت بھی بڑی بابرکت جماعت ہے،اوران کو بھی وہ عظیم الشان فضیلت،اورایسی جلیل القدر نعمت سے حاصل ہے کہ بعد میں آنے والے حضرات اسے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرات صحابیاتؓ نے بھی مرد صحابہؓ کی طرح اسلام کی نشرواشاعت وسربلندی، مسلمانوں کی مدد ونصرت اور حضور ﷺ کی عظمت ومحبت اوردفاع کی خاطر ایسی قربانیاں دیں،اورایسے مجاہدات وخدمات سرانجام دیں کہ تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرات صحابیاتؓ کی بابرکت جماعت میں سے ایک جلیل القدر صحابیہ حضرت اسماءبنت یزید بن سکن ہیں، جنہیں اس عہد کی عزت مآب خواتین کی نمائندہ اور ترجمان ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ذیل میں اس عظیم المرتبت صحابیہ کا مختصر تذکرہ زینتِ قرطاس کیا جارہا ہے۔

نام ونسب:

ان کا مکمل نام اسماءبنت یزید بن سکن ہے۔کنیت ام عامر اور ام سلمہ ہے۔ان کے والد یزید بن سکنؓ بھی صحابی ہیں، غزوۂ احد میں ان کی شہادت ہوئی تھی۔(الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر،(1576/4)،الناشر: دار الجيل-بيروت،ط:1412ھ-1992م)
انصار کے قبیلہ بنو عبد الاشہل سے ان کا تعلق تھا،اور چونکہ انہیں اپنی بات اچھے اسلوب میں دوسروں تک پہنچانے کا ملکہ حاصل تھا،اس

لیے انہیں " **خطيبة النساء** "یعنی خواتین کی خطیبہ بھی کہا جاتا تھا۔(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر، (21/8)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط:1415ھ)

حضرات صحابیاتؓ کی نمائندہ ہونے کا اعزاز:

حضرت اسماءبنت یزید کو یہ شرف وفضیلت حاصل ہے کہ وہ اس عہد کی خواتین یعنی حضرات صحابیات کی نمائندہ اور ترجمان تھیں، اور ظاہر ہے کہ نمائندہ اسی فرد کو بنایا جاتا ہے جو نمایاں خصوصیات واعلیٰ صفات کا حامل ہو، سمجھدار اور ذی شعور ہو، جس کو اپنی بات دوسروں کو سامنے عمدہ انداز میں پیش کرنے پر قدرت وصلاحیت ہو۔اور یہ تمام باتیں حضرت اسماءبنت یزید میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، چنانچہ وہ خواتین سے متعلق مسائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرکے ان کا حل دریافت کرتی تھیں۔جیساکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا:

بأبي أنت و أمي إني وافدة النساء إليك۔ (شعب الإيمان للبيهقي، (420/6)،الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط:1410ھ)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آپ کی طرف خواتین کی نمائندہ بن کر آئی ہوں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

إني رسول من ورائي من جماعة نساء المسلمين۔

ترجمہ: میں دوسری مسلمان خواتین کی طرف سے قاصد ہوں۔

اور پھر اپنا مدعا پیش کیا،اور خواتین کے حقوق اور ان کے اجر وثواب سے متعلق ایسے بہترین اسلوب اور عمدہ طریقے اور الفاظ کے چناؤ کے ساتھ سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوکر اس مجلس میں موجود صحابہ کرام سے فرمانے لگے:

هل سمعتم مقالة امرأة أحسن سؤالا عن دينها من هذه۔ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر، (1787/4)، الناشر: دار الجيل- بيروت، ط:1312ھ-1992م)

ترجمہ: کیا تم نے اس سے زیادہ اپنے دین کے بارے میں بہترین سوال کرتے ہوئے کسی عورت کو سنا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت سوال کرنا:

عام طور پر یہ بات محسوس کی جاتی ہے کہ خواتین میں فطری شرم وحیا مرد حضرات کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ مردوں سے اپنی مخصوص مسائل دریافت کرنے سے کتراتی اور شرم محسوس کرتی ہیں، جس کی وجہ سے بسااوقات انہیں مسئلہ پیش آنے کے وقت مشکل کا سامنے ہوتا ہے، لیکن حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓ کا معمول اس سلسلے میں مختلف تھا، وہ شرم وحیا کو علم حاصل کرنے اور دین سیکھنے سے مانع نہیں سمجھتی تھیں۔ انہیں اپنی دین سے لگاؤ کے ساتھ دیگر خواتین کی بھی فکر تھی، جس کی وجہ سے وہ اپنے فطری حیاکے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت سوال کرتی تھی، جن میں سے اکثر کا تعلق خواتین سے ہوتا تھا، جیسا کہ وہ فرماتی ہیں:

وكنت أجرأ على مسألته من غيري۔ (المعجم الكبير للطبراني، (184/24)، باب الألف، من اسمه أسماء، الناشر: مكتبة العلوم والحكم الموصل، ط:1404ھ1983م)

ترجمہ: میں آپ ﷺ سے سوال کرنے پر دیگر خواتین کی بنسبت زیادہ جراتمند اور بہادر تھی۔

ذیل میں حضرت اسماءبنت یزید رضی اللہ عنہا کے حضور ﷺ سے کیے گئے سوالات میں سے چند ذکر کیے جاتے ہیں۔

خواتین کے حقوق سے متعلق سوال:

حضرت اسماءبنت یزید رضی اللہ عنہانے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر خواتین کے حقوق سے متعلق بہترین انداز میں سوال کیا، سب سے پہلے انہوں نے دیگر خواتین کی طرف سے نمائندہ ہونے کی وضاحت کی، پھر عرض کیا کہ ہم خواتین گھروں میں رہتی ہیں، اولاد کی تربیت کرتی ہیں، اگر مرد حضرات حج وعمرہ یا کسی سفر سے باہر جائیں تو پیچھے ان کے اموال وغیرہ کی حفاظت کرتی ہیں۔ دوسری طرف مردوں کو ہم پر جمعہ، جماعت کی نماز، جنازے میں شرکت کرنے اور جہاد وغیرہ کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے۔

پھر حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا:

فما نشاركم في الأجر يا رسول الله؟

ترجمہ: تواے اللہ کے رسول! ہم آپ مردوں کے ساتھ اجر وثواب میں کس طرح شریک ہوسکتی ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوال سے بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس موجود صحابہ کرام سے ان کی تعریف کی اور پھر فرمایا:

انصرفي أيتها المرأة وأعلمي من خلفك من النساء أن حسن تبعل إحداكن لزوجها وطلبها مرضاته و اتباعها موافقته تعدل ذلك كله۔ (شعب الإيمان للبيهقي، (420/6)، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، ط:1410ھ)

ترجمہ: اے خاتون! واپس لوٹ جاؤ، اور دوسری خواتین کو بتلاؤ کہ تمہارا اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کی رضامندی طلب کرنا، اور جائز کام میں ان کی موافقت کرنا مردوں کے اوپر ذکر کردہ تمام کاموں کے برابر ہے۔

الغرض اگر حضرت اسماء بنت یزیدؓ کے الفاظ پڑھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ انہیں اپنی بات عمدہ انداز میں پیش کرنے کا کیساز بردست ملکہ حاصل تھا۔

حیض سے طہارت حاصل کرنے سے متعلق سوال:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ عورتوں کے مخصوص مسائل دریافت کرنے سے گریز نہیں کرتی تھیں، بلکہ اگر ایک مرتبہ جواب سمجھ نہ آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار استفسار کرتی تھیں، جیسا کہ بخاری شریف وغیرہ میں ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض سے طہارت و غسل کے بارے میں سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں ایک بات یہ فرمائی:

خذي فرصة من مسك، فتطهري بها

ترجمہ: خوشبو لگا ہوا کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے طہارت حاصل کرو۔

اس نے دوبارہ عرض کیا کہ کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو، اس نے پھر یہی سوال دہرایا، اتنے میں حضرت عائشہؓ نے اس کو اپنے پاس کھینچ کر تفصیل سے بیان کیا کہ خون وغیرہ کے اثرات وغیرہ کو اس کپڑے سے صاف کرو۔ (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب دلك المرأة نفسها إذا تطهرت من المحيض، رقم الحديث: 314، (70/1)، الناشر: دار طوق النجاة، ط:1422ھ)

بخاری وغیرہ کی مذکورہ روایت میں اگرچہ سوال کرنے والی خاتون کا نام ذکر نہیں ہے، مگر متعدد محدثین مثلاً علامہ ابنِ جوزی نے "تلقيح فهوم أهل الأثر" میں (تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزي، (ص:466)، الناشر: شركة دار الأرقم، بيروت)، اور امام نووی نے "تهذيب الاسماء واللغات" (تهذيب الأسماء واللغات للنووي، (304/2)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت) میں تصریح کی ہے کہ سوال کرنے والی خاتون حضرت اسماء بنت یزید بن سکن تھیں۔

خواتین کی تعلیم کے لیے دن مقرر کرنے کی درخواست:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓ کو تمام خواتین کے حقوق، دینی شعور اور تعلیم کی فکر رہتی تھی، چنانچہ انہوں نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک دن مقرر کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تاکہ مرد حضرات کی طرح خواتین بھی اسلامی تعلیمات سے مکمل طور پر آگاہ، اور سید الکونین ﷺ کی برکات سے مستفید ہو سکیں، اور ایسے بہترین انداز میں اپنا مدعا اور درخواست پیش کی کہ پڑھنے والا ان کے طرزِ تخاطب اور اندازِ گفتگو پر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ بخاری ومسلم وغیرہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

يا رسول الله، ذهب الرجال بحديثك، فاجعل لنا من نفسك يوما نأتيك فيه تعلمنا مما علمك الله۔ (صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب تعليم النبي صلى الله عليه وسلم أمته من الرجال والنساء، (101/9)۔ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، (2028/4))

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! مرد حضرات تو آپ کی احادیث لے گئے، اس لیے آپ ہمارے لیے اپنے طرف سے ایک دن مقرر فرما دیجئے؛ تاکہ ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھلایا ہے، اس میں سے آپ ہم کو تعلیم دیں۔

چنانچہ آپ ﷺ نے خواتین کی تعلیم کے لیے دن اور مکان دونوں مقرر کر دیئے، اور پھر اس دن عورتیں جمع ہوتیں اور آپ انہیں دینی تعلیم دیتے تھے۔

اس روایت میں بھی اگرچہ سوال کرنے والی خاتون کے نام کی تصریح نہیں، لیکن متعدد دیگر محدثین (اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح للبرماوي، (252/17)، الناشر: دار النوادر - سوريا، ط: 1433ھ - 2012م) نے بیان کیا ہے کہ یہ خاتون حضرت اسماء بنت یزید بن سکن تھیں، چنانچہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

حديث أبي سعيد جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ذهب الرجال بحديثك، هي أسماء بنت يزيد بن السكن۔ (فتح الباري لابن حجر، (343/1)، الناشر: دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک خاتون نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مرد حضرات تو آپ کی احادیث لے گئے۔۔۔الخ، یہ خاتون حضرت اسماء بنت یزید بن سکن تھیں۔

حضرت اسماءبنت یزیدؓ کی شجاعت و بہادری:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓ ایک طرف ہمہ وقت حصولِ علم میں مشغول رہتی تھیں، تو دوسری طرف وہ عملی میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں تھیں، چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد میں شرکت کرتی تھیں۔

صلح حدیبیہ (تاریخ الِاسلام للذھبي، (74/5)، الناشر: دار الكتاب العربي- بیروت، ط:1407ھ- 1987م) اور غزوہ خیبر (الطبقات الکبری لابن سعد، (245/8)، الناشر: دار الكتب العلمیۃ- بیروت، ط:1410ھ- 1990م) وغیرہ میں بھی شریک رہیں۔

نیز حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں حق و باطل کے درمیان لڑی جانے والی مشہور جنگ یرموک میں بھی انہوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ابتداء میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کے علاج ومعالجہ میں مشغول رہیں،(الأعلام للزركلي،(306/1)،الناشر: دار العلم للملایین، بیروت،ط:2002م)

لیکن جب جنگ نہایت سخت ہو گئی،اور دشمن تابڑتوڑ حملے کرنے لگا تو حضرت اسماءبنت یزید اپنے خیمے کا ستون اکھاڑ کر دشمنوں سے لڑنے لگیں اور اپنی قوت ایمانی سے رومیوں کے نو(9) بہادروں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔(تاریخ دمشق لابن عساکر،(33/69)،الناشر: دار الفكر- بیروت،ط:1415ھ-1995م)

حضرت عائشہؓ کو رخصتی کے لیے سنوارنا:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓ دینی و سماجی اعمال کے ساتھ اپنوں کے کام بھی بخوشی انجام دیتیں اور ان کی خوشی وغمی کے موقع میں بڑھ چڑھ شریک ہوتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ کی جب رخصتی ہونے لگی تو حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے ان کا بناؤ سنگھار کیا، انہیں زیب وزینت کے ساتھ سنوارا، اور بعض دیگر قریبی رشتہ دار خواتین کے ساتھ مل کر حضرت عائشہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر لے آئیں۔ جیساکہ طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے:

عن أسماء بنت يزيد بن السكن قالت: أنا قينت عائشة للنبي صلى الله عليه و سلم حتى أدخلتها عليه۔

(المعجم الكبير للطبراني،(26/23)،الناشر: مكتبة العلوم والحكم-الموصل،ط:1404ھ-1983م)

ترجمہ: حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓفرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت عائشہؓ کو سنوارا، یہاں تک کہ میں انہیں حضور ﷺ کے پاس لائی۔

حضور ﷺ سے شرفِ بیعت:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا، چنانچہ وہ چند عورتوں کے ساتھ بغرضِ بیعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو رسول اللہ علیہ وسلم نے انہیں زبانی طور پر بیعت فرمایا؛ کیونکہ آپ ﷺ خواتین سے ہاتھ ملاکر بیعت نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت اسماءبنت یزیدؓ خوشی کے طور پر یہ بتلاتی تھیں کہ وہ حضور ﷺ سے بیعت کرنے والی ابتدائی خواتین میں سے ایک ہیں۔(الطبقات الکبری لابن سعد،(8/8))

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکن کو نبی کریم ﷺ کی ضیافت ودعوت کرنے کا شرف بھی حاصل رہاہے، چنانچہ ایک مرتبہ ان کے علاقے کی مسجد میں حضور ﷺ تشریف فرماتھے تو وہ کچھ گوشت اور روٹیاں لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ موجود صحابہ کرام کو بھی کھانے میں شریک کیا، اور وہ تقریباً چالیس افراد تھے، لیکن اس تھوڑے سے کھانے میں اللہ تعالی نے برکت ڈالی اور تمام حضرات نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، اس کے بعد بھی کچھ کھانا بچ گیا، حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں:

والذي نفسي بيده لرأيت بعض العرق لم يتعرقه وعامة الخبز۔ (الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر،(426/8)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت،ط:1415ه)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے کچھ گوشت بچا ہوا دیکھا جسے انہوں نے تناول نہیں کیا، اور بہت سی روٹیاں بھی بچی ہوئی دیکھیں۔

نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرّک:

حضرت اسماءبنت یزید بن سکنؓ نبی کریم صلی اللہ کے آثار اور استعمال کردہ اشیاء سے تبرّک حاصل کرتیں، اور برکت کی خاطر انہیں سنبھال کر رکھتی تھیں، جیساکہ درجِ ذیل دو واقعات سے یہ بات معلوم ہوگی۔

بی بی عائشہؓ کی رخصتی کے دن حضرت اسماءبنت یزیدؓ اور بعض دیگر خواتین حضرت عائشہؓ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرماتھے، اتنی میں کچھ دودھ لایا گیا، نبی کریم ﷺ نے تھوڑا سا نوش فرما کر حضرت عائشہؓ کو پینے کے لیے دیا، اور پھر فرمایا: اپنی سہیلیوں کو دے دو۔

حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس میں سے کچھ مزید نوش فرما کر مجھے اپنے ہاتھ مبارک سے دیں، چنانچہ حضور ﷺ سے کچھ نوش فرما کر حضرت اسماءبنت یزیدؓ کو دودھ والا برتن تھمایا، وہ فرماتی ہیں:

فجلست ثم وضعته على ركبتي ثم طفقت أديره وأتبعه بشفتي لأصيب منه مشرب النبي صلى الله عليه وسلم۔ (مسند أحمد، (570/45)، رقم الحديث: 27591، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت، ط:1420ھ-1999م)

ترجمہ: میں نے بیٹھ کر دودھ والا برتن اپنے گھٹنوں پر رکھا، پھر ہاتھ میں لے کر اسے گھمانے لگی، اور اپنے ہونٹوں سے لگانے لگی؛ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی جگہ پر میرے ہونٹ لگ سکیں۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے حضور ﷺ کی دعوت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران ان کی مشکیزہ سے پانی پیا۔

حضرت اسماءبنت یزیدؓ نے اس مشکیزہ کو تیل وغیرہ لگایا اور سنبھال کر رکھا، وہ فرماتی ہیں:

فكنا نسقي منه المريض ونشرب منه في الحين رجاء البركة۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد، (245/8))

ترجمہ: ہم برکت حاصل کرنے کی امید سے اس مشکیزہ سے مریض کو پانی پلاتے اور وقتاً فوقتاً اس سے پانی پیتے تھے۔

وفات:

یہ جلیل القدر صحابیہ جنھوں نے اپنی زندگی دینی وسماجی کام کرنے اور خواتین کے مسائل حل کرنے میں گزاری، تقریباً 70ہجری کو شہرِ دمشق میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ (الوافي بالوفيات للصفدي، (34/9)، الناشر: دار إحياء التراث- بيروت، ط:1420ھ-2000م)

حفاظت قرآن اور ہماری ذمہ داری

(محمد داؤد الرحمن علی)

قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے:

قرآن مجید فرقان حمید رب کائنات کا نازل کردہ عظیم کلام ہے، جو ہدایات ربانی کا منبع اور ساری انسانیت کے لئے نسخۂ کیمیا ہے، جس کی آیات بینات سراسر ہدایت اور سراپا شفا ہیں۔ قرآنِ مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے اوراس کے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ قرآن کریم وفرقان حمید میں میں اللہ نے بیک وقت عقائد، عبادات، معاشرتی معاملات، سیاسی زندگی، تجارت اور زندگی کے جملہ اُمور سے متعلق رہنمائی کو سمو دیا ہے۔ یہ کتاب علم، حکمت، ہدایت اور شفایابی کا ایک بحرِ بے کراں ہے جو رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستور العمل ہے اور قیامت تک اس کے بعد کوئی کتاب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوگی۔

قرآن مجید فرقان حمید کی شروع والے دنوں میں جو سورۃ نازل ہوئیں انہوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان آیات کی فصاحت و بلاغت نے سکتہ طاری کر دیا۔ ناسمجھوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کر دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کی سچائی اور اپنی طرف سے نازل ہونے کے متعدد دلائل بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اگر یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو اس میں اختلافِ کثیر پایا جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے،اور اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔(سورۃ النساء،آیت نمبر 82)

اللہ رب العزت نے پوری دنیا کو چیلنج دیا کہ اِس کتاب کو کلام الٰہی نہ سمجھنے والے اسی طرح کی کوئی ایک چھوٹی سی سورت لائیں۔ارشاد باری تعالٰی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ،اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلا لو اگر تم سچے ہو۔(سورۃ البقرۃ،آیت نمبر 23)

کوئی قرآن جیسی ایک آیت نہیں لا سکتا:

اللہ تعالٰی قرآن کریم کی آیت میں اللہ کریم نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سارے اکٹھے ہو جاؤ تب بھی قرآن کی کوئی ایک آیت نہیں لا سکتے۔ارشاد باری تعالٰی ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر 88)

کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لا سکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

عرب و عجم،مشرق و مغرب کے سخن ور،فصاحت و بلاغت کے امام،بلند پایہ شاعر،علم و فن کے ماہرین قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے سورۃ بھی پیش کرنے سے قاصر رہے اور قیامت تک قاصر رہیں گے اور قیامت تک قرآن کریم تابندہ رہے گا۔

قرآن مجید کی غیر معمولی تاثیر کی وجہ سے مخالفین اس کو معاذاللہ سحر کہتے اور فخر دو عالم ﷺ کو ساحر کہا کرتے تھے۔قرآن کریم کو جو سنتا وہ اس کا فریفتہ ہو جایا کرتا تھا۔قرآن کریم کا جب یہ اعزاز ان لوگوں نے دیکھا انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو شدید شور غل کیا جائے تا کہ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کو سن نہ سکے اور ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ حم سجدہ میں ان کی احمقانہ تدبیر کا ذکر فرمایا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاؤ تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔(سورۃ حم سجدہ، آیت نمبر 26)

حق کی آواز دل تک پہنچ کر رہتی ہے:

ان احمقوں نے اپنے طور پر بڑی جامع حکمت عملی اپنائی تھی، ان کی حکمت عملی پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کچھ یوں بیان فرمایا:

"صداقت کی کڑک مکھیوں اور مچھروں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے، ان سب تدبیروں کے باجود حق کی آواز دل تک پہنچ کر رہتی ہے۔"

اس وقت بھی اسلام کے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ممکن نہ تھا اور نہ اس وقت قرآن کی اس آواز کو روکنا ممکن تھا اور نہ آج قرآن کی حقانیت کو روکا جا سکتا ہے۔ کفار اپنے تمام حیلے، بہانے، طریقے سب بروئے کار لائے نہ اسلام کی پیش قدمی کو روک سکے اور نہ کلام اللہ کی اثرانگیزی کو روک سکے۔ ماضی میں بھی یہ لوگ قرآن کریم کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتے رہے اور موجودہ دور میں بھی کفار قرآن کی ہیبت سے خوفزدہ ہو کر اور اس کی دل میں گھر کر جانے والی تاثیر سے لرزہ ہیں۔

حسد و غصہ کی آگ میں جل رہے ہیں:

سویڈن کے دارالحکومت عیدالاضحیٰ کے مبارک دن سٹاک ہومز کی جامع مسجد کے باہر قرآن کریم کو نذر آتش کرنا اور قرآن کریم کی بے حرمتی کرنے کے شیطانی عمل کے پیچھے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے ملحد، بے دین، متعصب یہود و نصاریٰ قرآن کریم کے عظیم دلائل کا جواب دینے سے قاصر اور پیغام الٰہی کی اثرانگیزی کے سامنے بے بس و بے کس ہو کر اس کتاب کو نذر آتش کر کے اپنے ہی حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔

اہل مغرب میں شدت پسندی:

سویڈن میں قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے بھی وہاں کے انتہاء پسندوں نے قرآن کریم کو نذر آتش کیا تھا۔ حال ہی میں جو دل خراش واقعہ سویڈن میں پیش آیا اس کا شرمناک والمناک پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کو نذر آتش کرنے والے

ملعون (عراقی نژاد سلوان مونیکا) کو سویڈن کی عدالت اور پولیس نے سویڈن کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے مظاہرہ کرنے اور قرآن کو نذر آتش کرنے کی اجازت دی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے اہل مغرب میں شدت پسندی پھیل رہی ہے۔ملعون عراقی کو ایک بار نہیں بلکہ دوسری بار بھی اس کو اس مذموم حرکت کی اجازت دی گئی۔اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مکروہ شیطانی عمل میں ملعون عراقی کے ساتھ ساتھ سویڈن کی عدالت اور وہاں کی حکومت برابر کی شریک ہے۔ملعون عراقی کو پولیس کا تحفظ دے کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جزبات کو مجروح کیا گیا۔

یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں:

سویڈن سے قبل ہالینڈ،ناورے،ڈنمارک،ناروے اور امریکا میں قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔۲۰۱۹ ناورے میں یہودی لداس تھوسن اور ۲۰۲۱ امریکی پادری ٹیری جونز سرعام قرآن کریم کو نذر آتش کر چکے ہیں۔

مسلمان کسی مقدس کتاب کے ساتھ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا:

عام طور پر اہل مغرب مسلمانوں پر شدت پسندی کا الزام عائد کرتے ہیں۔حقیقت میں آج تک کسی مسلمان نے کسی مندر کے سامنے گیتا،کسی گردوارے کے سامنے گرنتھ،کسی چرچ کے سامنے بائبل کو نذر آتش نہیں کیا۔مسلمان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر مذہب کی کتاب کا احترام کرتے ہیں۔

قرآن تاابد رہے گا:

شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے خطبات میں ہے کہ برصغیر میں انگریزوں کے دور اقتدار میں بعض پادریوں نے قرآن کریم کے نسخوں کو جانے کی کوشش شروع کی تھی لیکن ان کو جلد اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا کہ جس کتاب کے لاکھوں حفاظ روئے زمین پر موجود ہوں،اُسے ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے لیکن قرآن تاابد رہے گا۔(ماہنامہ الخیر)

ایک تلخ حقیقت:

حرمتِ ناموس رسالت مآب ﷺ کا مسئلہ ہو یا حرمتِ قرآن کا،ان پر اسلام دشمنوں کے حملے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی کرتے ہیں۔اور ایسے موقع پر ایک مسلمان کے دل میں ایمان کی سطح کا اظہار ہوتا ہے۔اگر یہود و نصاریٰ کی ان حرکات پر ایمانی غیرت کا اظہار نہیں ہوتا تو ایسے دل میں رائے کے برابر دانے کی مطابقت ایمان نہیں۔ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے جس کا اعتراف کرنا چاہیئے

کہ دنیا کے نقشہ پر ۱۵۷ اسلامی ممالک کے باوجود کوئی ایسا ملک نہیں جس کو آج کی اصطلاح میں ''سپر پاور'' سے تشبیہ دے جا سکے۔ اگر مسلمان

''وَاَعِدُّوْا لَـهُـمْ مَّا اسْتَطَعْتُـمْ مِّنْ قُوَّةٍ''

اور تم تیار کرو ان دشمنوں کے مقابلہ میں قوت جس قدر ہو سکے۔ (سورۃ الانفال:۶۰)

کے اس قرآنی حکم پر عمل کرتے تو آج کسی کو ایسی ناپاک جسارت نہ ہوتی۔

چند ضروری اقدامات:

ان ناپاک جسارتوں کو روکنے کے لیے چند اقدامات ضروری ہیں۔

1) قرآن و صاحب قرآن ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ممالک کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔
2) تمام اسلامی ممالک جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سویڈن کے سفیروں کو ملک سے نکلنے کا حکم دیں اور اپنی سفیر سویڈن سے واپس بلائیں۔
3) ایسے محرکات کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر قانون سازی کی جائے۔
4) اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کو یہ باور کرایا جائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ، دین اسلام، شعائر اسلام، قرآن، اصحاب رسول ﷺ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اسلامی ممالک برداشت نہیں کر سکتے۔
5) آزادی اظہار رائے کے نام پر ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں دل آزاری قابل قبول نہیں۔

مسلمان کیا کریں؟

آج ہمیں قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنانے کی ضرورت ہے، قرآن کریم کی آیات کے مطالب و معانی کی مستند تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور بالخصوص قرآن کی تعلیم غیر مسلموں تک پہنچانے میں مؤثر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک وقت تھا کہ کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی کہ اللہ کے کلام کی طرف آنکھ اٹھا بھی دیکھ لے۔ اور آج وہ وقت ہے کہ ہمارے سامنے ہمارے قرآن کی بے حرمتی کی جا رہی ہے اور ہماری زبانیں خاموش، ہماری آنکھیں بند، ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں۔ جب تک ہم نے قرآن کو اپنا ہم نے راج کیا۔ جب سے ہم نے قرآن کو چھوڑا ہم غلام بن گئے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب عکاسی تھی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

چھوٹی سی کوئی بات ہو جائے ہم لوگ سوشل میڈیا،الیکٹرانک میڈیا،میڈیا سب کو آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔لیکن جب اسلام، قرآن، ختم نبوت، صحابہ کی باری آتی ہے ہماری زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ہماری قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی ہے۔ہماری آواز حلق میں اٹک جاتی ہے۔یاد رکھیں !ایک دن آئے گا جب حساب برابر ہو گا،جب ایک ایک منٹ کا حساب ہو گا،جب یہی کتاب گریبان پکڑ کر پوچھے گی "اے مسلمان !تمہاری سامنے مجھے نذر آتش کیا جاتا رہا،مجھے بُرا بھلا کہتا جاتا رہا،اس وقت تجھے فکر نہیں تھی،آج محشر میں مجھے تیری کوئی فکر نہیں۔"بتائیں ہم کیا کرینگے۔؟

آج ہم کیوں مشکلات کا شکار ہیں؟آج ہم کیوں دوسروں کے محتاج ہیں۔؟آج ہم کیوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں؟اس کی وجہ یہی ہے قرآن سے دوری ہے اور رب کی ناراضگی ہے۔اگر اس ناراضگی کو دور کرنا ہے تو مسلم کو ایک آواز بننا ہو گا۔مسلم آج بھی ایک مٹھی کی مانند ہو جائیں۔ان شاءاللہ کسی کی جرات نہیں ہو گی کہ وہ ایسے اقدام کرے۔

میری درخواست:

درخواست کروں گا جب کوئی ملعون ایسی ناپاک کوشش کرتا ہے تو براہ کرم اس کو پھیلانے سے گریز کریں،انجانے میں ہم سب اس کے مشن کو آگے لوگوں تک پہنچا رہے ہوتے ہیں،اور ان کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے اور ہم انجانے میں ان مقاصد کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔اغیاروں کو کہنا چاہوں گا کہ سن لو !قرآن پر ہمارا ایمان ہے،قرآن پر ہمارا تن من دھن قربان ہے۔یاد رکھنا !قرآن ہماری ریڈ لائن ہے۔

ان شاءاللہ ایک دن ایسا آئے گا جب فضائیں قرآن کی تلاوت سے معطر ہو نگی اور تمہارے در و دیوار تلاوت قرآن سے گونج اٹھیں گے۔اگر آپ مضمون نگار ہیں،اگر آپ مقرر ہیں،اگر ادیب ہیں،اگر آپ خطیب ہیں،اگر آپ کوئی عہدہ دار ہیں،اگر آپ ایک عام انسان ہیں۔آپ قرآن کی آواز بنیں،ان شاءاللہ کل محشر میں یہ قرآن آپ کی آواز بنے گا۔قرآن کو عام کریں،قرآن کی تعلیم عام کریں۔قرآن زندہ آباد!

فریضہ دعوت و تبلیغ اور اسے چھوڑنے کا انجام

(محمد انیس)

دعوت الی اللہ یعنی غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام دینا، انہیں اسلام سے روشناس کرانا' دین توحید کو بے آمیز طریقے سے ان کے سامنے پیش کرنا' وغیرہ وغیرہ 'خواہ ذاتی ملاقات کے ذریعہ ہو، لکچرز اور لٹریچرز کے ذریعہ ہو یا اپنے حسن اخلاق اور اچھے اعمال کی جھلک سے ہو۔ یہی وہ بنیادی کام ہے کہ جس کیلئے تمام انبیاء کو دھرتی پر مبعوث کیا گیا۔ اگر مسلمانوں کے سواد اعظم یا اکابرین اور علماء اس کار نبوت سے کوتاہی برتتے ہیں تو وہ دنیا میں ذلیل ورسوا ہونگے اور ہر محاذ پر اس قوم کو شکست کا سامنا کرنا ہوگا۔ دعوت الی اللہ کے تئیں کوتاہی برتنے سے یہ انجام طے ہے۔ اسے وقوع میں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

یہ حقیقت چونکا دینے والی ہے کہ جب سے مسلمانوں نے دعوت اسلامی کا کام ترک کیا ہے (تقریباً دو سو سال سے) تبھی سے تنزلی اور شکست خوردگی ان کا مقدر بن گیا ہے۔ اب مسلمان اپنی تنزلی کی اسباب سیاست میں تلاش رہے ہیں، حالانکہ اس کا راز دعوت اسلامی میں پوشیدہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں جو پہلا انقلاب آیا وہ رسولِ خدا کے دعوت الی اللہ کے نتیجے میں آیا، نہ کہ سیاسی تحریک چلا کر۔ سیاسی تحریک ایک مغالطہ ہے۔ اس سے کبھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی۔ مسلمان مجموعی طور پر صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کا کام کریں تو اللہ تعالیٰ بطور انعام اسلامی حکومت عطا فرماتا ہے (سورہ نور: 55' سورہ سجدہ: 24)۔ چنانچہ جو چیز مسلمانوں سے فرض کے درجے میں مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی پیغام کو دوسری قوموں تک منتقل کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں تمام تر تفصیلات بتانے کے بعد آخر میں فرمایا۔

"اے لوگو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری نسبت پوچھے گا تو کیا جواب دو گے۔

صحابہ نے جواب دیا:

ہم کہیں گے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔

اس پر آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھ کر تین بار فرمایا:

اے اللہ، تو گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ نے ہدایت فرمائی:

"جو یہاں حاضر ہیں، وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں" (صحیح بخاری، حدیث 4054)۔

اس ہدایت کی روشنی میں اصحاب رسول نے اپنے آپ پر لازم کر لیا تھا کہ انہیں اسلام کا پیغام خدا کے انجان بندوں تک پہچانا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اصحابِ رسول پوری دنیا میں پھیل گئے۔ وہ روزگار اور تجارت بھی کرتے تھے اور دعوت اسلامی کا کام بھی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے دعوت اسلامی کیلئے اپنا مسکن مدینہ سے ترکی منتقل کر لیا اور آخر کار وہیں وفات پائی۔ ان کا مشن کامیاب ہوا اور بہت سارے ترکوں نے اسلامی فکر کو اختیار کیا۔ ہندوستان کے مالا بار (کیرلا) میں بعض اولین مسلمانوں کے مزار اور مسجدوں کی باقیات آج بھی موجود ہیں۔ وہاں بھی عرب مسلمان سمندری راستے سے تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام کے پیغام توحید کو منتقل کرنے کا ایک اہم مقصد ان کے دلوں میں ہوتا تھا۔ سو ان کی کوششوں کے نتیجے میں کیرلا میں بہت سارے لوگوں کو دین توحید کو اختیار کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آج بھی ہندوستان کے تمام خطوں میں کیرلا میں مسلمانوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے درآنحالیکہ وہاں ہندوستان کے مسلم بادشاہوں نے کبھی حکومت نہیں کی۔

ملکی سطح پر آج مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تحفظ کا مسئلہ ہے۔ لیکن حقیقتاً مسلمانوں کے تحفظ کا راز دعوت الی اللہ میں چھپا ہوا ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کیلئے سب سے زیادہ ضروری فیکٹر کیا ہے تو بلا شبہ اس کا جواب ہو گا دعوت الی اللہ۔ اس لئے کہ دعوت الی اللہ یا دعوت توحید کے ساتھ لازمی طور پر خدائی تحفظ کا وعدہ ہے (المائدہ: 67)۔ جو لوگ خالص توحید پر کام کرتے ہیں وہ خدائی تحفظ کے سائے میں کام کرتے ہیں۔ ان کے سامنے بڑی سی بڑی طاقت ٹک نہیں سکتی۔ جہاں جس خطے میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں صرف یہ مطلوب ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کے بنیادی پیغام پر کام کر کے حجت تمام کر دی جائے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے میں دعوتی شعور پیدا کئے جائیں۔ مدارس اسلامیہ کے نصاب میں دعوت الی اللہ کا علیحدہ نصاب

ہو۔ فارغین مدارس کو یہ باور کرایا جائے کہ اصل کار نبوت یہی ہے کہ خدا کے انجان بندوں تک ان کی زبان اور اسلوب میں خدا کے پیغام کو پہنچا دیا جائے خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔

جب مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں دعوتی شعور پیدا ہو جائے گا اور انہیں یہ احساس ہو گا کہ یہ کام اپنی حد تک انہیں انجام دینا ہے تو وہ دوسرے اور تیسرے درجے کے کاموں کو ترک کر دے گا۔ وہ از خود محرم 'میلاد النبی اور سیاسی جلوسوں سے دور بھاگے گا۔ وہ مسلکی جھگڑوں، فقہی موشگافیوں اور دوسری قوم کی عداوتوں سے توبہ کر لے گا۔ وہ اپنے پیچ تکفیر کے فتووں اور دوسروں کو گمراہ ٹھہرانے کی روش سے بھی باز آجائے گا۔ وہ ہر وقت اسی فکر میں رہے گا کہ کم از کم اس کے آس پاس کے لوگوں تک اسلام کا بنیادی پیغام (توحید، رسالت و آخرت) پہنچ جائے۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اسلام کی غلط نمائندگی ہوتی ہو۔ دعوتی شعور کے ساتھ وہ دعوت الی اللہ کا جو بھی کام انجام دیگا، خواہ وہ کسی کی نظر میں ادنی ہی سہی، مگر اصل میں وہ اس کی زندگی کا ایک عظیم کارنامہ ہو گا۔ اس کام کا موازنہ کسی دوسرے کام سے نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس نے دنیا میں ہزاروں پیغمبر اسی کام کیلئے مبعوث فرمائے۔ آخر میں اس نے عرب کی سرزمین میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کام کیلئے بھیجا۔ چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لئے نبی کے بعد اس کام کی ذمہ داری نبی کی امت پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کام ہر صورت میں امت محمدیہ کو انجام دینا ہے۔ چنانچہ قرآن میں رسولؐ سے کہلوایا گیا۔۔

"کہو 'میرا طریقہ تو یہی ہے کہ میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں" (سورہ یوسف:108)۔

یہ کار نبوت ہے۔ ایک عظیم اور بے مثال کام۔ دنیا کا کوئی دوسرا کام اس معیار کا نہیں ہے۔ اس کار عظیم کی وجہ سے امت محمدیہ کو امت وسط کا کردار ملا اور کہا گیا کہ رسول تم پر گواہ ھے اور تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو (البقرہ: 143)۔

اسی کار نبوت کی وجہ سے امت مسلمہ کو خیر امت کے خطاب سے نوازا گیا (آل عمران، آیت 110)۔ یاد رہے اس سے پہلے یہ خطاب افضل الامت کے طور پر بنی اسرائیل کو عطا کیا گیا تھا۔ مگر بار بار کی تنبیہ کے باوجود بنی اسرائیل نے اس ذمہ داری سے کوتاہی برتی (آل عمران: 187)۔ اس کے بعد انہیں اس پوزیشن سے معزول کر دیا گیا اور یہی خطاب خیر امت کے طور پر امت مسلمہ کو دیا گیا۔ اس لئے امت مسلمہ پر فرض کے درجے میں یہ واجب ہو گیا ہے کہ وہ مسلکی اور فروعی جھگڑوں سے نکل کر دعوت الی اللہ کے کام کو لازم پکڑیں۔ اگر یہ امت دعوت الی اللہ کا کام نہیں کرے گی تو وہ اس فضیلت کی حقدار نہیں ہو گی جو انہیں خیر امت کے روپ میں عطا کیا گیا ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان ومال کا تحفظ

(مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی)

دین اسلام نے انسان کو جو احترام اور عزت سے نوازا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی،انسان مسلمان ہو یا کافر، ذمی ہو یا حربی، زندہ ہو یا مردہ۔ ہر حال میں مذہبِ اسلام نے اس کے لیے مخصوص عزت و حرمت کا ذکر فرمایا اور اس کی جان،مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا اپنے پیروکاروں کو پابند بنایا ہے،اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو آدم علیہ السلام کی اولاد بنایا،اس لحاظ سے مسلمان ہوں یا کافر سب شرف انسانی میں برابر ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت سے نوازا اور انہیں خشکی و تری میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا اور ہم نے انہیں اپنی کثیر مخلوق پر بڑی فضیلت عطا فرمائی۔(سورۃ الاسرا 70)

قتلِ انسانیت

اسلام میں انسانی جان کی حرمت، عزت اور احترام کا اندازہ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے لگا سکتے ہیں جس میں اللہ تعالی نے واضح طور پر فرمایا کہ کسی جان کا ناحق قتل کرنا پوری انسانیت کا قتل ہے،ارشادِ باری تعالی ہے:

جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا،اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے،اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔(سورۃ المائدہ 32)

یہاں پر نفس کا لفظ عام ہے اور اس کا اطلاق عموم پر ہو گا۔یعنی کسی ایک انسانی جان کا ناحق قتل، چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، کوئی بھی زبان بولتا ہو اور دنیا کے کسی بھی ملک یا علاقے کا رہنے والا ہو- قطعاً حرام ہے اور اس کا گناہ اتنا ہی ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنے کا ہے لہذا مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم شہریوں کا قتل بھی اسی زمرے میں آئے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونِ ناحق کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔(صحیح البخاری:6864،6533،و صحیح مسلم:1678)

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ قیامت والے دن سب سے پہلے قتل کے فیصلے ہوں گے جبکہ باقی تمام فیصلوں کو بعد میں کیا جائے گا۔

جنت سے محرومی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم اقلیتوں کے ناحق قتل کی شدید مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی غیر مسلم،ذمی یا معاہد کا ناحق قتل جنت سے محرومی کا باعث ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو کسی ذمی یا معاہد کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔(صحیح البخاری3166)

احترامِ میت

اسلام نے انسانی جان کی یہ حرمت، عزت اور تکریم انسان کی زندگی کے خاتمے تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اس کی موت کے بعد بھی اس کی حرمت اور عزت کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ انسان کی حرمت زندہ کی حرمت کے مترادف قرار دیتے ہوئے میت کو مثلہ ،یعنی مردہ کے ہاتھ پاؤں اور کان ناک کاٹ دینے،اس کی ہڈی توڑنے،اس کی لاش کو جلانے،اس کی قبر کو روندنے کو حرام قرار دے دیا۔ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح البخاری الرقم:2474)

بریدبن الحصیب السلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بڑے لشکر یا چھوٹے دستے پر کسی کو امیر مقرر کرتے تو اسے خاص اس کی اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی اور ان تمام مسلمانوں کے بارے میں، جو اس کے ساتھ ہیں، بھلائی کی تلقین کرتے، پھر فرماتے: اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو اللہ تعالی سے کفر کرتے ہیں ان سے لڑو، نہ خیانت کرو، نہ بدعہدی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔(صحیح مسلم الرقم:1731)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں صدقہ پر ابھارتے اور مثلہ سے منع فرماتے تھے۔(سنن النسائی 4052 وصححہ اللبانی)

احترامِ جنازہ

دینِ اسلام نے انسانی شرف وعزت کی حفاظت کی تعلیم دیتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں کے جنازوں کے احترام میں کھڑا ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے(جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ اس کے لیے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟(صحیح بخاری:1312)

اسی طرح ایک اور روایت میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور ہم بھی کھڑے ہوگئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث:1311، صحیح مسلم، رقم الحدیث:2224)

حضرت جابر کی روایت میں مزید تفصیل موجود ہے کہ ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اقتداء میں ہم سب کھڑے ہوگئے۔ بعد میں ہم نے کہا کہ حضور! یہ ایک یہودیہ کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

بے شک موت کسی کی بھی ہو گھبراہٹ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ پس تم جب بھی کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔(متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودی کے جنازے کے لیے بذات خود کھڑے ہو جانا اور اپنے اصحاب کرام کو کھڑے ہونے کا حکم فرمانا اس بات کی واضح نشانی ہے کہ آپ کے قلبِ مبارک میں انسانیت سے کس قدر پیار اور محبت تھی۔

آگ میں جلانے کی ممانعت

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لڑائی کے دوران شدتِ انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے جنگی حالات میں بھی انسان تو کیا کسی بھی جاندار کو آگ میں جلانے جیسی وحشیانہ حرکت سے منع فرمادیا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے تو چڑیا آئی اور پریشانی میں بچوں پر منڈلانے لگی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا:

اسے اس کو بچوں کی وجہ سے کس نے تڑپایا ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے جلایا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی ممانعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادی مہمات پر روانہ کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تاکید فرمائی کہ

دشمن کو آگ میں جلا کر ہلاک نہ کرنا۔ (الصحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب لا یعذب بعذاب اللہ، 3012/2954)

عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عام حالات میں غیر مسلموں کا قتلِ عام تو کجا، حالاتِ جنگ میں بھی بے قصور غیر مسلموں کے قتل کو سختی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی (سختی سے) ممانعت فرمادی۔ (صحیح البخاری، الرقم: 2852، و صحیح مسلم الرقم: 1744)

مال کی حفاظت

غیر مسلموں کی جان اور خون کا تحفظ اسلام نے جس طرح کیا ہے، اسی طرح ان کے مال ودولت کی حفاظت کو بھی یقینی بنایا ہے۔ چنانچہ صعصعہ بن معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہم ذمیوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ہمارے لئے مرغی یا بکری وغیرہ ذبح کر کے ہماری مہمانی نوازی کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: ہم تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بھی وہی بات کی ہے جو اہل کتاب دوسرے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ذمیوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی ماخذہ نہیں ہے حالانکہ جب وہ جزیہ ادا کر دیں تو پھر ان کی رضامندی کے بغیر ان کا مال تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق 916، احکام القرآن از ابن العربی 2771)

مذہبی آزادی

دین اسلام غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے عقائد وعبادات اور مذہبی رسوم کی ادائیگی میں مکمل آزادی دیتا ہے، جس طرح اسلام اپنی تعلیمات کے بارے میں جبر اور زبردستی کو روا نہیں سمجھتا، اسی طرح وہ دوسروں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کرنے کو بھی جائز نہیں سمجھتا، کیونکہ جبر دین کی روح کے منافی ہے۔ اسلام میں ارادے اور اختیار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کی تمام تعلیمات کی عمارت اسی بنیاد پر استوار ہے، مثلاً جب اہل ذمہ جزیہ اور خراج کی ادائیگی کو قبول کر لیں تو اسلام انہیں زندگی کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے واضح اعلان کر دیا کہ:

دین کے معاملہ میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے جدا ہو گئی۔ (سورۃ البقرہ 256)

سفرا کے قتل کی ممانعت

اسلام نے غیر مسلم سفیروں کو قتل کرنے سے بھی روکا ہے، خواہ وہ کتنا ہی گستاخانہ پیغام لے کر آ جائیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: سیدنا نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کا خط پڑھا تو اس کے دو قاصدوں سے فرمایا: تم خود کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم وہی کہتے ہیں، جو مسیلمہ کہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ سفیر قتل نہیں کیے جاتے تو میں تم دونوں کی گردن اڑا دیتا۔ (سنن ابی داؤد: 2761)

حسن سلوک کا حکم

دینِ اسلام میں ان غیر مسلموں کے ساتھ، جو اسلام اور مسلمانوں سے بر سرِ پیکار نہ ہوں اور نہ ان کے خلاف کسی شازشی سرگرمی میں مبتلا ہوں، خیر خواہی، مروت، حسن سلوک اور رواداری کی ہدایت دی گئی ہے۔ دینِ اسلام دورانِ جنگ بھی خونِ ناحق کی اجازت نہیں دیتا بلکہ دورانِ جنگ صرف انہی دشمنوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے جو عملًا جنگ میں شریک ہوں جبکہ آبادی کا غیر محارب حصہ جس میں بیمار، معذور، گوشہ نشین افراد، بچے، بوڑھے اور عورتیں شامل ہیں قتال کی اجازت سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ فتحِ مکہ کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں مذکور ہے کہ :

جو مقابلہ نہ کرے، جان بچا کر بھاگ جائے، اپنا دروازہ بند کر لے یا زخمی ہو اس پر حملہ نہ کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امان ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اسے بھی امان ہے۔

جو اسلام دوران جہاد بھی ان امور کی اجازت نہیں دیتا اس کے نزدیک ایسے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو جو براہ راست جارحیت میں ملوث نہ ہوں، پر امن طریقے سے اپنے گھروں اور شہروں میں مقیم ہوں، کاروبار میں مصروف ہوں، سفر کر رہے ہوں یا عبادت گاہ میں مصروفِ عبادت ہوں دہشت گردی کے ذریعے قتل کرنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے؟ لہٰذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی کارروائیاں اِسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور قرآن وحدیث سے صریح اِنحراف ہیں۔

مذہبی شعائر کا احترام

دینِ اسلام نے انسانی تکریم کے پیشِ نظر مسلمانوں پر حرام کر دیا ہے کہ وہ مشرکوں کے معبودوں کو گالی دیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس کے ردِ عمل میں اللہ کو گالی دیں۔ تو اس کا مقصد در حقیقت انسانی عزت کا تحفظ تھا، کیونکہ انسان جن چیزوں کو مقدس سمجھتا ہے، ان کے متعلق اس کے جذبات کا احترام کرنا در حقیقت اس کی تکریم ہی ہے، اگر مشرک اپنے معبودوں کی برائی سنیں گے تو ردِ عمل میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مسلمانوں کے معبود کو برا بھلا کہیں گے۔ اگرچہ وہ توحید کے قائل نہیں ہیں لیکن وہ بھی اللہ عزوجل کے وجود کو برحق مانتے ہیں، اور جب مسلمان مشرکین کے معبودوں کو گالی دیں تو مشرک بھی ردِ عمل میں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کریں گے، جس طرح مسلمانوں نے ان کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور یہ چیز ہر دو فریق کی عزت و تکریم کے منافی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ باہم دونوں میں

حسد وبغض اور کینہ پیدا ہوگا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔(سورۃ الانعام 108)۔امام قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ وہ عیسائیوں کی صلیبوں، ان کے مذہب اور ان کے دیر و کلیسا کو برا بھلا کہے اور کوئی ایسا فعل انجام دے جو ان کی توہین کا باعث ہو۔ ایسا کرنا بذاتِ خود ان کو معصیت کے ارتکاب پر برانگیختہ کرنے کے مترادف ہوگا۔(الجامع لاحکام القرآن:617)

ظلم کی ممانعت

اسلام ان تمام حقوق میں، جو کسی مذہبی فریضہ اور عبادت سے متعلق نہ ہوں؛ بلکہ ان کا تعلق ریاست کے نظم و ضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے ہو غیر مسلم اقلیتوں اور مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی یا ان کے حقوق میں کمی کی بالکل اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خبردار! جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا، یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا، یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا، اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود فریادی بنوں گا۔(سنن ابی داؤد:3052)

عبادت گاہوں کا تحفظ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین اسلام کے سب سے بہترین طبقہ خلفائے کرام جب کوئی لشکر جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو جنگ کے آداب کے متعلق باقاعدہ وصیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تو انہیں یہ وصیت کی:

میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں؛ کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا اور نہ ہی تخریب کاری کرنا، سوائے کھانے کے کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہ کرنا، کھجور کے باغات کو ڈبونا نہ انہیں جلانا، خیانت کا ارتکاب نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو معبدوں میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں، ان سے اور ان کے کام سے تعرض نہ کرنا۔(السنن الکبری للبیہقی:899 وتاریخ الطبری:2153)

محتاجوں کی امداد

دین اسلام جہاں مسلمان فقراء ومساکین کے لیے وظائف معاش مقرر کرنے کی تلقین کرتا ہے وہیں غیر مسلم اقلیتوں کے فقراء ومساکین اور دوسرے ضرورت مندوں کے لیے بھی بغیر کسی تفریق کے وظائف معاش مقرر کرنے کا حکم کرتا ہے۔ حاکم وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شہری محروم وظیفہ معاش سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گشت کے دوران ایک دروازے پر ایک ضعیف العمر نابینا کو دیکھا، آپ نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ تم اہل کتاب کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ گداگری کی یہ نوبت کیسے آئی۔ یہودی نے کہا۔ ادائے جزیہ، شکم پروری اور پیری سہ گونہ مصائب کی وجہ سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر لائے اور جو کچھ گھر میں موجود تھا، اس کو دے دیا اور بیت المال کے خازن کو لکھا: یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو۔ خدا کی قسم ہرگز یہ ہمارا انصاف نہیں ہے کہ ہم جوانی میں ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انہیں بھیک کی ذلت کے لیے چھوڑ دیں قرآن کریم کی اس آیت:

انما الصدقات للفقراء والمساکین (سورۃ التوبہ 60)

میں میرے نزدیک فقراء سے مسلمان مراد ہیں اور مساکین سے اہل کتاب کے فقراء اور غرباء۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام لوگوں سے جزیہ معاف کر کے بیت المال سے وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف: ص:139)

پاکستان کا المیہ

بدقسمتی سے پاکستان میں ایک عام عادت بن چکی ہے کہ خصوصاً غیر مسلموں پر توہین رسالت یا توہین مذہب کا الزام لگا کر بغیر کسی ثبوت کے تشدد کا نشانہ بنانا، یا پھر قتل کر دینا، حالانکہ اسلامی شریعت اور قانون دونوں میں یہ کسی کو حق حاصل نہیں کہ کسی پر توہین رسالت کا الزام لگائے اور پھر خود ہی جج اور حاکم بن کر بغیر کسی ثبوت کے اسے قتل کر دے۔ ہمارے ملک میں سسٹم موجود ہے، ریاست ہے، ادارے موجود ہیں، سب سے پہلے تو جرم کی اطلاع (اگر ہوا ہے تو) متعلقہ اداروں کو دی جائے، اگر وہ کچھ نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں ان سے جواب دہی ہو گی نا کہ ریاستی کوتاہی کا کسی انفرادی شخص سے سوال ہو گا۔

مذہبی جتھوں کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اسلام اس طرح کی حرکت کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ سیالکوٹ میں سری لنکن شہری کے قتل کا سانحہ اور پھر جڑانوالہ میں جلاؤ گھیراؤ دین سے دوری اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے پیش آیا

ہے، جو پاکستان کے چہرے پر ایک بدنما داغ بن گیا ہے جواب اِسی صورت ڈھل سکتا ہے کہ ریاست پاکستان ملزمان کو قرار واقعی سزا دے تا کہ مستقبل میں اس طرح کی جتھہ بندی اور گروہ بندی کا جو نہ صرف معاشرے، بلکہ اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہی ہے اس کا سد باب کیا جا سکے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری کے بعد ساری انسانیت خواہ کافر ہوں یا کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں، جو اسلام قبول کرلے وہ امت اجابت میں ہے اور جو مسلمان نہیں ہوتا وہ امت دعوت میں شامل ہے۔ اس حوالے سے کافر غیر حربی، ذمی اور جن سے معاہدہ یا کوئی مذاکرات ہوں، ان کے مال و جان اور عزت و آبرو کا تحفظ کرنا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ و مامون رکھے (آمین)
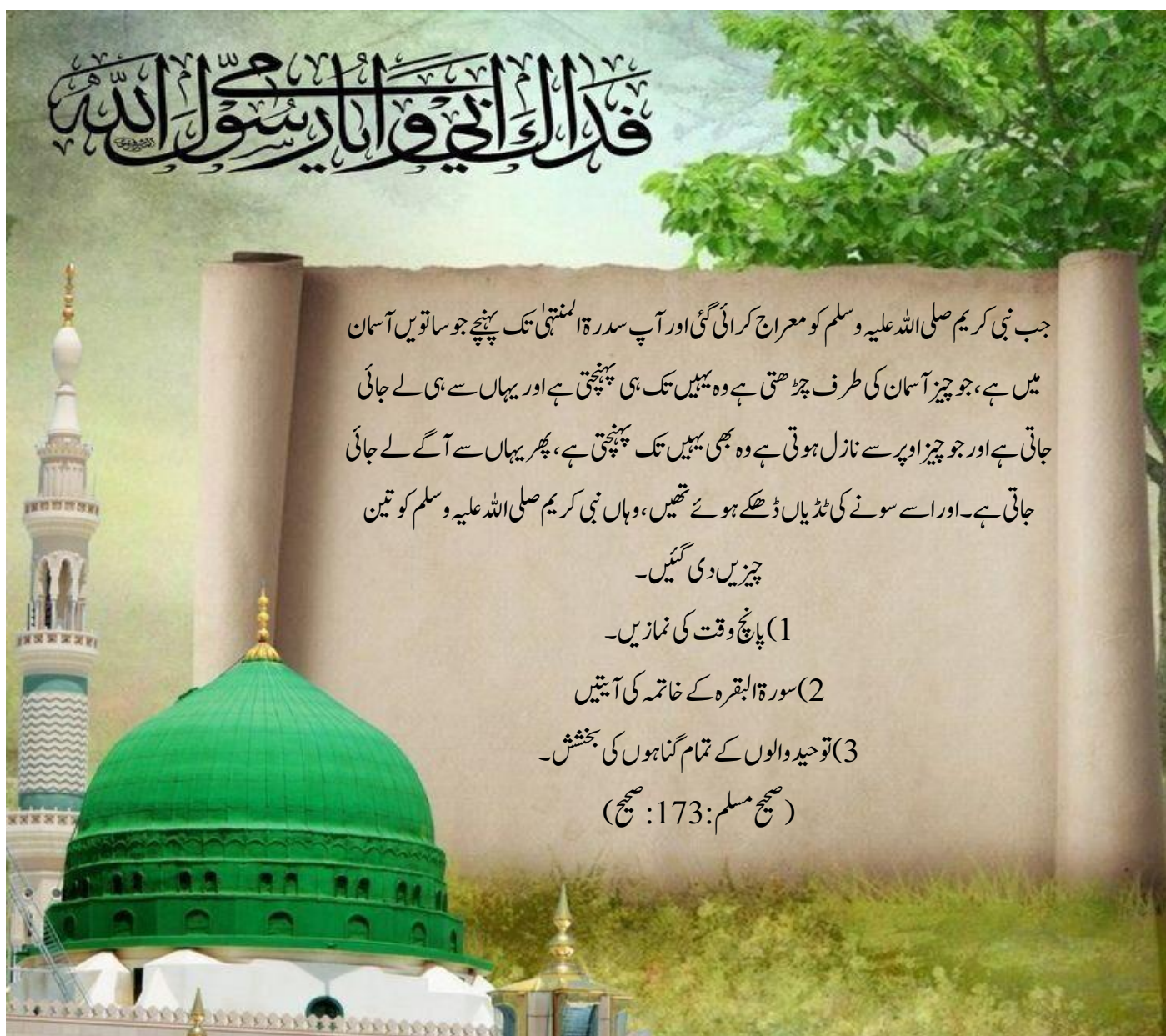
ختم نبوت ﷺ ایمان کی نشانی ہے

(منظوم کلام از قلم مدیر)

ختم نبوت ﷺ ایمان کی نشانی ہے
ختم نبوت ﷺ کا اقرار حکم قرآنی ہے

ختم نبوت ﷺ جذبہ ایمانی ہے
ختم نبوت ﷺ شیوہ مسلمانی ہے

ختم نبوت ﷺ ہماری جان کا مسئلہ ہے
ختم نبوت ﷺ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے

ختم نبوت ﷺ پر ہم اپنی جان لٹائیں گے
ختم نبوت ﷺ پر اپنا سر بھی کٹائیں گے

جنگ یمامہ لڑ کر صدیقؓ نے ہمیں بتایا تھا
ختم نبوت ﷺ ہماری جان کا مسئلہ ہے

داؤد کا پیغام ہے میرے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں
ہم ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کا نام بھی مٹا دیں گے
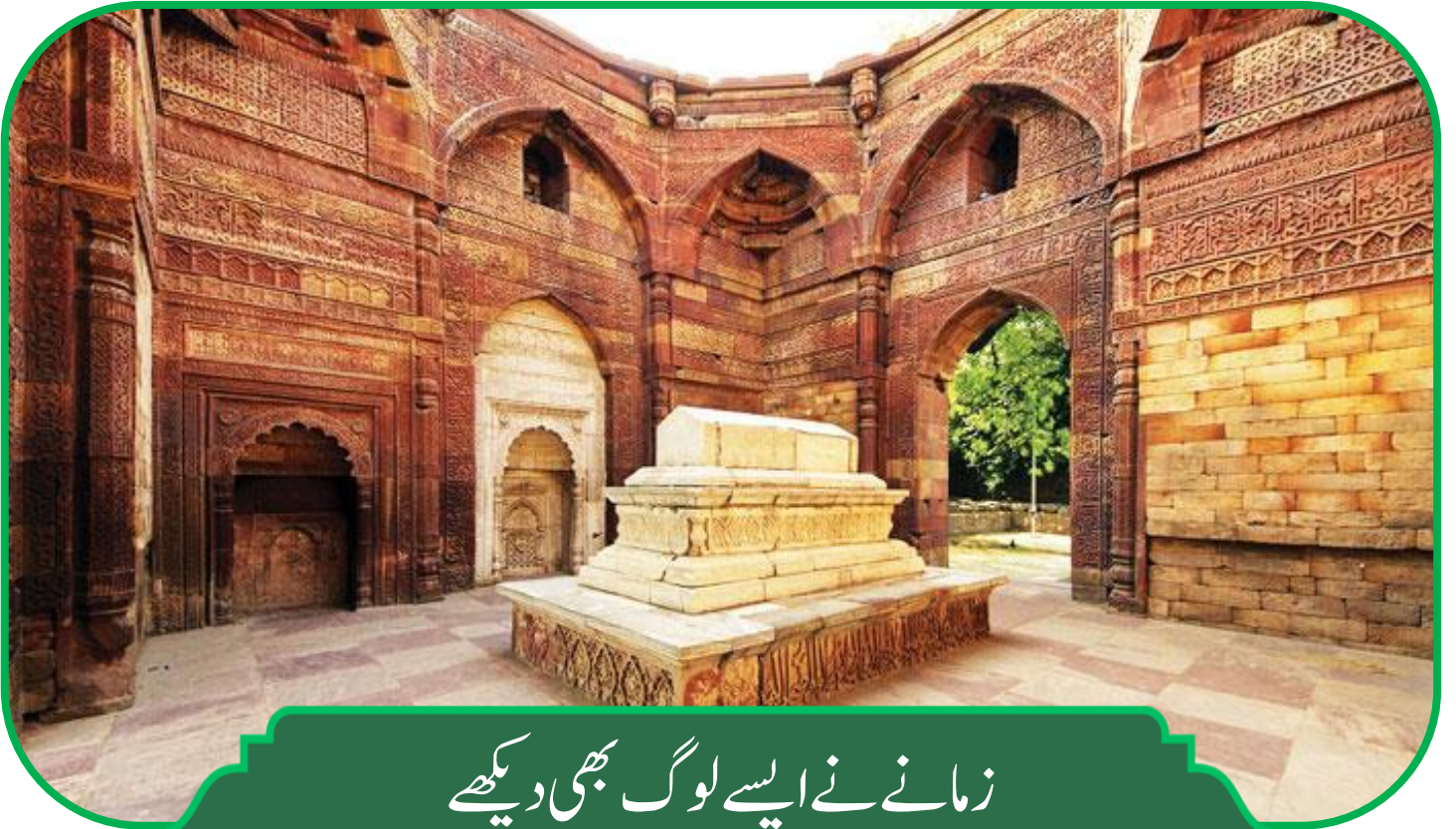
زمانے نے ایسے لوگ بھی دیکھے

(منتخب تحریر)

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا۔ جنازہ تیار ہوا ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا۔

مخلوق بڑی تعداد میں جنازہ پڑھنے کے لیے نکل پڑی تھی۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حدِ نگاہ تک نظر آتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی مانند یہ مجمع ہے۔

جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا ایک آدمی آگے بڑھا۔ کہتا ہے کہ میں وصی ہوں۔ مجھے حضرتؒ نے وصیت کی تھی میں اس مجمع تک وہ وصیت پہنچانا چاہتا ہوں، مجمع خاموش ہو گیا۔ وصیت کیا تھی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں۔

1) پہلی خوبی یہ ہے کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔
2) دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔
3) تیسری بات یہ ہے کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔
4) چوتھی بات یہ ہے کہ اتنا عبادت گزار ہو حتیٰ کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔

جس شخص میں چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے، جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ سناٹا چھا گیا لوگوں کے سر جھک گئے۔ کون ہے جو قدم آگے بڑھائے، کافی دیر ہو گئی حتیٰ کہ ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جنازے کے قریب آیا۔ جنازے سے چادر ہٹائی اور کہا قطب الدین آپ خود تو فوت ہو گئے مجھے رُسوا کر دیا۔ میرا راز کھول دیا۔

اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اٹھائی میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ "شمس الدین التمش" تھا۔

نبی کریم ﷺ کی سنّتوں میں ایک بہت ہی پیاری سنّت مسکرانا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (ترمذی، 384/3، حدیث: 1963) جب کسی کو مسکراتا دیکھیں تو یہ دعا پڑھیئے:

اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ

یعنی اللہ پاک آپ کو مسکراتا رکھے۔

جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ امیرُ المؤمنین حضرت عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اس وقت آپ ﷺ کے پاس (ازواجِ مطہرات میں سے) قریشی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جو آپ سے محو گفتگو تھیں زیادہ بخشش کا مطالبہ کر رہی تھیں اور ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ جلدی سے اُٹھ کر پردے میں چلی گئیں۔ نبیِّ کریم ﷺ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی، جب یہ اندر داخل ہوئے تو نبیِّ کریم ﷺ تبسم فرما رہے تھے۔ یہ عرض گزار ہوئے:

اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

(کیا بات ہے؟)

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو میرے پاس حاضر تھیں کہ انہوں نے جب تمہاری آواز سنی تو جلدی سے اُٹھ کر پردے میں چلی گئیں۔ (بخاری، 403/2، حدیث 3294، ارشاد الساری، 118/13، تحت الحدیث: 6085)

معلم انسانیت ﷺ

(طاہرہ فاطمہ)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت قابل قدر بھی ہے اور قابل تشکر بھی۔ مگر پیغمبرانہ رہنمائی، بہکی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے ایک ایسا عطیہ ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا، ناممکنات میں سے ہے، اسی رہنمائی کے بغیر تاریخ انسانیت بحیثیت مجموعی بے رنگ ہے، حیوانیت کو انسانیت کا آہنگ اسی رہبر سے ملا ہے۔ اگر یہ مشعل نہ ہوتی تو ہماری کائنات ہر اعتبار سے دھواں دھواں اور ہمارے روز و شب ہر لحاظ سے بے آبرو ہوتے۔ ماضی اور حال میں اگر کہیں اخلاق کے قرینے، اعمال کے سلیقے، اقوال کے نگینے اور افکار کے خزینے نظر آتے ہیں تو وہ پیغمبروں کی رخشندہ سیرتوں ہی کا فیض ہے۔ یہی وہ الوہی تاب و تب ہے جس نے ہر دور کی بندگی کو شرمندگی سے بچا کر تابندگی عطا کی ہے۔ کتنے ہی پیغمبر آئے مگر زمانہ ان کے کردار کی چمک اور افکار کی دمک کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اور آخر میں تشریف لائے جن کے اشارہ ابرو پر خود زمانے کو چلنا تھا۔ اسی لیے ان کی حیات پاک کے لمحے لمحے کو آسمانی تحفظ دے دیا گیا اور ان کے زبان پاک سے نکلنے والی ہر بات کو "باتوں کا پیغمبر" بنا کر بقا عطا کر دی گئی تھی۔ ان کے کردار میں پہاڑوں کی استقامت، آسمانوں کی رفعت، صحراؤں کی وسعت، سمندروں کی گہرائی اسی لیے رکھ دی گئی تھی کہ اسے ہر دور کی تاریکیوں کو اجالنا تھا۔

ہاں ہاں! خلاق عالم جل و علی کے نائب اعظم ﷺ نے شمع شبستان وجود بن کر اس خاکدان ہستی کی تیرگیوں کو دور کرنے کے لیے نزول اجلال فرمایا۔ حضور ﷺ کی ذات مقدس رحمت کی وہ گھٹا بن کر آئی جو خشک اور بنجر ریگستانوں پر برسی تو کلفت و ضلالت کے گرد باد ختم ہو گئے۔ بے ہودگیوں اور بد عقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی۔ ظلم و استبداد کی حدت مہر و محبت کی خنکی میں تبدیل ہو گئی اور بد اخلاقی و

بے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمتہ للعالمین ﷺ کی باران فیضان و کرم سے انسانیت کو کفر کے تپ سے نجات مل گئی۔ خیر و برکت کے سبزہ و گل کی افزائش ہوئی اور ظلم وعدوان کے بے برگ و بار ماحول میں لالہ و نسترن کھل گئے۔

رب العالمین کی حکمت بالغہ نے تکمیل تمدن اور اہتمام ہدایت کے لے ایک ہی آفتاب عالمتاب کے ذریعے عالمین کے ذرے ذرے کو مستنیر اور پتے پتے کو مستفید کرنے کا انتظام فرمادیا تاکہ انسانی تعلیم اور تکمیل، نسلی اور وطنی حد بندیوں سے آزاد ہو کر شرف انسانی کے ایک ہی مقام رفیع تک پہنچ جائے اور ایک خدا کا ایک پیغام ہی رسول کے ذریعے انسانیت عامہ کو شرف انسانی کے یک ہی مقام وحدت پر لے آئے اور یوں ایک نظریاتی وحدت انسانیت کو اپنے دامن عاطفت میں محصور و محفوظ کرلے اور نسلی یا لسانی خانہ ساز حدود و قیود، وحدت انسانی کی تکمیل منزل کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں۔

آقا دو عالم ﷺ کی مقدس سیرت میں تمام انبیاء علیھم السلام کی زندگیاں اور تمام رسولوں کی سیرتیں اور خوبیاں سمٹ کر جمع ہو گئیں اور ان کی اوراق زندگی کا ہر ہر لمحہ خلق آدم، معرفت شعیب، شجاعت نوح، خلت ابراہیم، زبان اسماعیل، رضائے اسحاق، محبت صالح، حکمت لوط، جلال موسی، مناجات ہارون، صبر ایوب، لحن داؤد، شکوہ سلیمان، محبت دانیال، وقار الیاس، جمال یوسف اور زہد عیسی کے حسین و جمیل نقش و نگار کے آراستہ ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء آیت 107)

اور (اے رسول محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

اس آیت کریمہ کی جامعیت میں حسن محمدی اور جمال مصطفوی ﷺ کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے محبوب آپ کو جو کتاب مبین، دین حنیف، شریعت مطہرہ، دلائل قاہرہ، آیات بینات، عظیم معجزات، ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ تمام جہانوں کے لیے، اپنوں اور بیگانوں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر ظہور فرما ہیں۔ سرکار دوجہاں ﷺ عالم موجودات، عالم مجردات، عالم جسمانیات، عالم علویات، عالم سفلیات، عالم مفردات، عالم مرکبات، عالم کائنات، عالم جمادات، عالم نباتات اور عالم حیوانات الغرض تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ یہ وہ آفتاب رحمت ہیں جن کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو ہی نہیں بلکہ جہان لطیف بھی درخشاں ہے۔ جو رنگ و نور، کیف و کم اور بالا و پست کی تعینات سے ماوراء ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہاں اس آفتاب رحمت کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے، جو نہ زبان پر لایا جاسکتا ہے اور نہ قلم سے لکھا جاسکتا ہے۔ اس رحمت عامہ کی برکتوں سے عقل بھی بہرہ ور ہے اور دل کی دنیا بھی شاد کام ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم آیت 4)

اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں

بااعتبار قرآن اعجاز دیدنی ہے۔الفاظ گنے چنے مگر معانی کا سمندر لیے ہیں۔اس مختصر جملہ کو بار بار دہرایئے، کتنے پہلو آشکار ہو جائیں گے۔ آواز، اتار چڑھاؤ، لہجہ کی ادائیگی کیا کیا رنگ بکھیر دے گی۔ خدا کی پسندیدگی، محبوب ﷺ کے اخلاق کی عظمت کا ذکر، ڈھارس بندھانا، حمایت کرنا، اخلاق نبوی کی تصدیق، شاباش دینا، تعریف و توصیف اور خراج تحسین۔پڑھتے جائیں، پردے اٹھتے جائیں گے، سوچتے جائیں معانی ابھرتے جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی شان رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا:

انما اثار رحمته مهداه

میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی

ایک مرتبہ جب کفار کے لیے بددعا کرنے کی التجا کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت رحمه ولم ابعث عذابا

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

الرقة والتعطف

رحمت رقت بھی ہے اور احسان و مہربانی بھی۔امام راغب اصفہانی کے نزدیک رحمت اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے جس پر رحمت کی جارہی ہے۔اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو رحمت کے دونوں مفاہیم سے نوازا ہے۔قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر **عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ** میں رقت کا اظہار ہے اور **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** کی شان تعطف واحسان میں ہر دردمند کے درد کا احسان بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی۔

مردم سازی اور آدم گری معلم انسانیت ﷺ کی تعلیمات کا جوہر اور سیرت کا مطمح نظر ہے۔آپ ﷺ نے انسانیت کی تعمیر کا کام جس سطح سے شروع کیا وہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ** اور **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ** سے متصف انسان کو **اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ** سے نکال کر فخر آدمیت اور شرف انسانیت کی

بلندی پر پہنچایا۔ معلم انسانیت ﷺ کی سیرت سازی کی تاثیر کی بدولت اس راکھ سے ایسے انسان ابھرے جو یقین محکم اور عمل پیہم کا مظہر تھے۔ان کی بے تکلف زندگی خدا ترسی و پاکبازی، شفقت و رافت، صداقت و دیانت، شجاعت و استقلال، ذوق عبادت اور شوق شہادت، شہسواری اور شب زندہ داری، سیم وزر سے بے پرواہی اور دنیا سے بے رغبتی، عدل و انصاف اور حسن انتظام معلم انسانیت کے حسن تربیت کا عظیم شاہکار ہے۔

اس نئے انسان کے کردار کی درخشانی دیکھیے کہ حضرت عمرؓ جیسا مکہ کا ایک لاابالی نوجوان بدلا تو کہاں پہنچا، حضرت ابوذر غفاریؓ کو لیجئے کہ انقلابی جذبہ سے سرشار ہو کر جاہلیت کو چیلنج کیا اور ظلم برداشت کیا، حضرت کعب بن مالک کا کردار دیکھیے، لبنہؓ اور سمیہؓ جیسی کنیزوں کی انقلابی شجاعت و عزیمت پر نگاہ ڈالیے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی جرات سے سبق لیجئے۔ ایرانی سپہ سالار کے دربار میں ربعی بن عامرؓ کی شان استغنا ملاحظہ فرمایئے۔ تاروں کے اس جھرمٹ اور پھولوں کے اس گلشن میں کون ہے جس کا ایمان لمحہ افگن نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے باہر کے نظام کے ساتھ ساتھ اندر سے انسانی قلب وذہن کو بدلا۔ شرف انسانیت کی حامل انہی مقدس اینٹوں سے ایک ایسے معاشرے کی عمارت استوار ہوئی، جس کے اثر و نفوذ کے تحت عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان و عمل، صدق و اخلاص، عدل و انصاف اور جہاد و اجتہاد لین میں دین میں نظر آنے لگا۔ اگر بندش شراب کی منادی ہوئی تو ہونٹوں سے لگے ہوئے پیالے فوراً الگ ہو گئے۔ عورتوں کو سر ڈھانپنے کا حکم ملا تو اس کی فوراً تعمیل ہو گئی۔ جہاد کے لیے پکارا تو نو عمر لڑکے تک بھی ایڑیوں پر کھڑے ہو کر اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی آرزو کرنے لگے۔ چندہ جمع کیا گیا تو گھروں کی کل کائنات بلکہ حضرت عثمان غنی جیسے تاجروں نے سامان کے لدھے ہوئے اونٹوں کی قطاریں لا کر کھڑی کر دیں۔

معلم انسانیت ﷺ کی تربیت کی تاثیر اور اس کا فیض کبھی طارق بن زیاد کی شجاعت، محمد بن قاسم کی بسالت اور موسیٰ بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا۔ کبھی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی ذکاوت کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی صلابت و استقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا۔ کبھی نور الدین زنگی کے لطف و کرم میں جلوہ گرہ ہوا، کبھی صلاح الدین ایوبی کے عزم محکم اور سعی پیہم میں ہویدا ہوا۔ کبھی امام غزالی کا علمی کمال بن کر سامنے آیا اور کبھی شیخ عبد القادر جیلانی کا تقدس و روحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا۔ کبھی ابن جوزی کی تاثیر بنا اور کبھی اورنگ زیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیئت میں نمایاں ہوا۔ کبھی مجدد الف ثانی کے آثار قلم میں آیا اور کبھی شاہ ولی اللہ کی حکمت بن کر ابھرا۔

تکمیل انسانیت کی راہ میں سب سے بھاری پتھر تفریق مراتب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رنگ و نسل کے بتوں کو توڑا، امتیاز مراتب کا خاتمہ کیا، اعلی وادنی، شاہ و گدااور مولا و بندہ کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیااور بتایا کہ عظمت ورفعت کسی گھر کی لونڈی نہیں بلکہ اس کا معیار تو رفعت نظر، وسعت فکر، تقوی اور بلند کردار ہے۔ رسول عربی ﷺ نے جہاں معاشرے کے اور پہلوؤں کو نکھارا وہاں معاشرے کو ایک ضابطہ اخلاق اور مؤثر دستور حیات بھی دیا۔ آپ ﷺ نے قمار باز، مے خواری، ڈکیتی، زنا، قتل اولاد، دروغ گوئی، تکبر ورعونت، سود خوری، غیبت و چغلی، قتل و غارت اور ظلم و ستم کا مکمل خاتمہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گمراہی کی دلدل میں گھری ہوئی انسانیت سنوری، نکھری اور زمانے بھر کا فخر بن گئی۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے عمل اور کردار سے ہر حالت میں اپنے آپ کو سراپا رحمت ثابت کیا۔ جنگ کے شعلوں اور تلواروں کی چھاؤں، انسانوں کی مرگھٹ اور خون کی ندیوں کے درمیان بھی وہ ذات اقدس رحمت اور کرم کا پیغام تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے جتنی بھی جنگیں لڑیں ان میں اتنے کم لوگ ہلاک ہوئے کہ آج تاریخ اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تمام غزوات نبوی ﷺ میں ایک سو بیس کے قریب مسلمان شہید ہوئے، جبکہ ایک سو پچاس کے قریب کافر کام آئے۔ یہ تعداد اس قدر مختصر ہے کہ آج کے کمانڈر اور عسکری ماہرین حیران و ششدر ہیں۔ اس قدر کم کشت و خون اور نتیجہ اس قدر شاندار کہ اسلام اس سرعت سے پھیلا اور دنیا اس تیزی سے عرب کے ریگستان سے اٹھنے والے سیلاب کی زد میں آئی کہ عقل حیران، نطق سر بگریباں اور خامہ انگشت بدنداں ہے۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ میدان جنگ میں سراپا کرم، مجسم رحمت، امن پسند، اصول پرست اور احکام الٰہی کے نگہدار تھے۔

محمدی ﷺ انقلاب کی حیرت انگیزی ملاحظہ ہو کہ جس نے آپ کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری ہستی بدل گئی، اس کے ذہن کی ساخت، اس کے افکار و جذبات، اس کا ذوق و دلچسپیاں، اس کی دوستیاں اور دشمنیاں، اس کے اخلاقی معیار سب کے سب بدل گئے۔ چور اور ڈاکو آئے تو لوگوں کے مال و اسباب کے نگہبان بن گئے۔ زانی آئے تو لوگوں کی عصمتوں کے رکھوالے بن گئے۔ سود کھانے والے آئے تو وہ اپنی کمائی اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت میں لٹانے لگ گئے۔ کبر کے مجسمے آئے تو عاجزی کا نمونہ بن گئے، جاہل آئے تو آسمان علم و فن پر کمندیں ڈالنے لگے۔ اونٹوں کے چرواہے انسانوں کے شفیق گلہ بان بن گئے، لونڈیوں اور غلاموں کے پسے ہوئے طبقے سے وہ غیور اور شجاع ہستیاں نمودار ہوئیں جن پر دشمنوں نے ظلم و ستم کے سارے حربے آزما ڈالے مگر ان کی ضمیر کو بدلنے اور ان کے ایمان کو شکست دینے میں قطعاً کامیاب نہ ہو سکے۔

حق گوئی و بے باکی، صبر و شکیبائی، سنجیدگی و بالیدگی، راست خوئی و راست بازی، ہمت و اولوالعزمی، ایثار و قربانی، امانت و دیانت، شجاعت و شہامت، ذہانت و فطانت، تہذیب و شرافت، تسلیم و رضا، عقل و خرد، حسن و جمال، احساس ذمہ داری، شوق عبادت اور ولولہ جہاد۔ ان تمام صفات و کمالات کو یکجا کیا جائے تو افضل الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ کا خوبرو پیکر نمودار ہوتے دکھائی دیتا ہے۔ پوری انسانی

تاریخ میں اگر کوئی زندگی محفوظ ہے تو وہ حضور ﷺ کی مقدس و مطہر زندگی ہے۔ اور آپ کے سوانح حیات جس احتیاط، ذمہ داری اور فرض شناسی کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ حضور اکرم کا بچپن ہمارے سامنے ہے۔ ایام رضاعت، عالم شباب، اعلان نبوت، دعوت حق و جدوجہد، قید و بند کی صعوبتیں، ہجرت، معاہدے، صلح و جنگ، دشمنوں سے حسن سلوک، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، تجارت، فقر و فاقہ، زہد و تقویٰ اور حکومت و امارت سے کچھ آپ کی حیات طیبہ میں موجود ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ کی سیرت طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو عزت و عظمت اور شان و رفعت کے بلند ترین مقام پر فائز نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انسان کامل کو رب کائنات نے پیدا ہی تکمیل اخلاق کے لیے کیا ہو بھلا وہ کیسے جامعیت اور اکملیت کا پیکر نہ ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ کوئی صنعت کار ہو یا تاجر، باپ ہو یا پسر، نبی ہو یا ولی، راعی ہو یا رعایا، معلم ہو یا مبلغ، عارف ہو یا زاہد، مصنف ہو یا قانون دان، شاعر ہو یا ادیب، چرواہا ہو یا گلہ بان، مفکر ہو یا سائنسدان، مزدور ہو یا کسان، بادیہ نشین ہو یا دربان، سبھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اسوہ رسول وہ آفتاب ہے کہ جس کی طلوع کے بعد غروب نہیں۔ یہ وہ صبح بہار ہے کہ جس کے بعد موسم خزاں نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا دور طاغوتی دور ہے۔ یہ منفی طاقتوں کے کھل کھیلنے کا زمانہ ہے۔ اس وقت شیطانی عناصر اپنی دہشت ناک سرگرمیوں کے ہمراہ عالم اسلام کے ہر حصار کو توڑنے پر کمربستہ ہے۔ اس کے لیے وہ نت نئے حربوں سے کام لیتے ہیں۔ ان میں سے سب سے مؤثر اور کارگر حربہ ذرائع ابلاغ کا ہے جو اپنے بہترین و مکمل ترین وسائل کے ساتھ ان کے قبضہ قدرت میں ہے اور جسے وہ پوری مہارت اور فنی چابک دستی کے ساتھ بروئے کار لانے میں مصروف ہیں۔ آج ان تمام طاغوتی طاقتوں کی ایک ہی آواز ہے

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے مصروف ترین انسان کو سیرت پاک کے چیدہ چیدہ پہلوؤں سے روشناس کرایا جائے۔ دور حاضر کے پاس، روز افزوں مادی الجھنوں کی بنا پر سیرت کی ضخیم کتابوں سے استفادہ کا وقت نہیں ہے کیونکہ اس نے محبت کے سوا اور بھی بہت سے روگ پال رکھے ہیں۔ وہ جسم کی آرائش میں اس قدر محو ہے کہ روح کی تزئین بھول گیا ہے۔ اس جہان خراب میں تہذیب و ثقافت، شرافت و نجابت، لطف و لطافت، حکومت و حکمت، تطہیر و تعمیر، رشد و ہدایت اور شعر و ادب کے سلسلوں میں جہاں جہاں دلنوازی کی کوئی فضا نظر آتی ہے وہ حضور ﷺ ہی کا فیضان ہے۔ ورنہ ظہور اسلام سے پہلے کی دنیا، دنیائے جہالت ہی تو تھی، جبکہ آج کی نام نہاد ترقی یافتہ دنیا بھی نور مصطفی ﷺ کے بغیر قدیم جہالت ہی کا عکس نو ہے۔

سیرت رسول عربی ﷺ اسوہ حسنہ ہے۔ مینارہ نور ہے۔ صراط مستقیم ہے۔ معیار انسانیت ہے۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اور حق و باطل کی جنگ میں حمایت حق کا اعلان ہے۔ لہذا

جب بھی باطل کے گھنگور اندھیرے اپنی تمام تر قہر سامانیوں کے ساتھ نازل ہونے لگیں، جب بھی محلاتی سازش امت مسلمہ کا حلیہ بگاڑنے دینے پر تل جائیں، جب بھی تشکیک و شبہات کے خوفناک اژدھے جگہ جگہ پھنکارتے دکھائی دیں، جب بھی ایمان وایقان کی سر سبز وادیاں دھول اڑاتے خشک ویرانوں میں تبدیل ہو جائیں، جب بھی عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آجائیں، جب بھی تفکر و تدبر کے سرچشمے سوکھنے لگیں، جب بھی عقل و شعور، بصیرت و بصارت کا ساتھ دینے سے انکاری ہوں، جب بھی جہالت کی تند و تیز آندھیاں علم کی شمع کو بجھانے لگیں، جب بھی بے بسی، بے کسی اور بے چارگی ہماری خداداد صلاحیتوں کو مفلوج کر دینے کے در پے ہو تو ایسے مایوس کن، ہمت شکن اور صبر آزما حالات میں ہماری پژمردہ وافسردہ، ہدایت کی متلاشی پر نم آنکھیں، بے نواؤں کی نوا، بے سہاروں کے سہارے، عفو و درگزر سے کام لینے والا، قاب قوسین او ادنی کے مسند نشین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمتہ اللعالمین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، احمد مجتبی، محمد مصطفی ﷺ کی جامع الصفات ذات کی جانب اٹھتی ہیں کیونکہ ایسے میں وقت کا وجدان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

بے شک ہماری راحتوں اور رافتوں کا حصول انہی کے در دولت سے وابستہ ہے۔ بلا شبہ ہماری امیدیں اور آرزوئیں اس دربار سے قوت نمو پاتی ہیں۔ یقیناً ہمارا ملجا و ماوی انہی کا فلک مقام آستانہ ہے۔ وہی تو ہیں جن کا دست شفقت ہماری ہمت کے سر کا تاج ہے۔ وہی تو ہیں جو ہمیں یاس و حرماں کا شکار نہیں ہونے دیتے۔ ہزار ناکامی و ناامیدی ہو۔ ہزار خستگی و شکستگی ہو، ہزار بے بضاعتی و بے مائیگی ہو مگر ان کے جمال و جلال کا خیال آتے ہی سارا منظر تبدیل ہو جاتا ہے اور ناتمام توانائیاں توانائیوں میں ڈھل جاتی ہیں۔